جنابِ آفتاب کے چند حالات

(ستیہ پال جانباز ایم۔اے سکریٹری بزمِ ادب شکور بستی دہلی)

معزز ناظرین! اس سے قبل کہ خاکسار لالہ انوپ چند صاحب آفتاب کے محض شعر و سخن سے متعلق کچھ تحریر کرے یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مَیں شاعرانہ مبالغہ سے ہرگز کام نہ لوں گا۔ بلکہ حتی المقدور یہ سعی کروں گا کہ مصنّف کی نسبت جو کچھ عرض کیا جائے اُس کا حرف حرف صحیح ہو۔

آفتاب صاحب کا جنم ۱۸۹۷ء میں ایک گورنمنٹ ٹھیکیدار اور اعلیٰ زمیندار خاندان میں ہوا۔ قریباً نصف صدی کا طویل عرصہ ہوا کہ پنجاب کے شاعرِ انقلاب لالہ لال چند فلک کی گرمیٔ سخن اور روشن صاحب کی روشن خیالی سے متاثر ہو کر آفتاب صاحب کے دل میں دفعتاً بحرِ جذبات موجزن ہوا۔ چنانچہ ابتدا میں آپ نے یوں مشقِ سخن کی کہ روزانہ اشعار کہے اور قلمزن کر دیئے۔ بعد ازاں آپ کی چند نظمیں، اخبار سناتن دھرم پرچارک امرت سر میں شائع ہو گئیں، پھر کیا تھا، آپ کا ذوقِ سخن دوبالا ہو گیا۔ اور روز و شب شعر و سخن کے خیال میں منہمک رہنے لگے۔ خوش قسمتی سے اُنہی ایام میں مفکرِ فطرت ناثرِ باکمال و شاعرِ بےمثال علامہ سید وحید الدین صاحب لٹریری سیکرٹری سر سید احمد خاں صاحب بانیٔ علیگڑھ کالج، اخبارات مسلم گزٹ اور زمیندار وغیرہ کو خیرباد کہہ کر پانی پت تشریف فرما ہوئے اُن کی آمد کا مژدہ جانفزا آپ کے گوش گزار ہونے کی دیر تھی کہ آپ مولانا موصوف

کے پاس زیارت کے لئے گئے، مزاج پرسی کے بعد اپنا کلام سنایا، جسے سن کر مولانا بہت خوش ہوئے اور پُر اثر مختصر الفاظ میں ہمّت افزائی فرمائی، پھر کچھ روز بعد آپ نے شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی کا ایک نوحہ مولانا موصوف کے سامنے پیش کیا۔ اس میں لفاظی اور لنترانی سے بہت زیادہ کام لیا گیا تھا۔ اور اصلیت برائے نام بھی نہیں تھی، لہٰذا مولانا سلیم نے فرمایا کہ "حالی صاحب سادگی اور واقعہ نگاری کے مؤید تھے اور تم اُن کے مرثیے میں لفاظی اور لنترانی سے کام لے رہے ہو، کس قدر افسوس کا مقام ہے! یہ نظم چاک کر ڈالو۔" ان الفاظ کا آفتاب صاحب کے دل پر گہرا اثر پڑا۔ نظم مذکور کا مسودہ پرزہ پرزہ کر دیا اور آیندہ کے لئے تہیہ کیا کہ اب جو کچھ میری زبان یا قلم سے نکلیگا، سادہ اور پُر اثر الفاظ میں واقعات پر مبنی ہوگا۔ چنانچہ آفتاب صاحب آج تک اس اصول پر کاربند ہیں؛

ایک روز آفتاب صاحب نے یہ استدعا کی کہ مولانا! خاکسار جناب کی شاگردی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مولانا نے درخواست منظور فرمانے سے پیشتر زمیندار اخبار سے چند شعر پڑھوائے اور ایک فی البدیہہ غزل تیار کرنے کا حکم دیا۔ لالہ صاحب کے بخت نے یاوری کی اور چند بیتیں وہیں زبان سے نکل گئیں۔ یہ دیکھ کر سلیم صاحب کے چہرے پر آثارِ مسرت نمایاں ہوئے اور اس لطافتِ خیال پر کہ آفتاب صاحب کی طبیعت فنِ شعر کے لئے موزوں ہے یقینِ واثق کی مہر ثبت ہو گئی۔ گزارش منظور فرمائی اور آفتاب صاحب کی تعلیم و تربیت پر اچھا کافی وقت صرف کرنا شروع کر دیا۔ جناب آفتاب سے فنِ شاعری کے ایسے ایسے عقدے حل کرائے کہ جہاں تک پہنچتے ہوئے عام شعراء کے طائرِ خیال کے پر جلتے ہیں۔ قریباً دو سال کے بعد مولانا موصوف حیدر آباد (دکن) جا کر عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسری کے جلیل القدر عہدے پر ممتاز ہو گئے، لیکن اصلاحِ سخن کا سلسلہ اُس وقت تک بذریعۂ ڈاک جاری رہا کہ جب تک آپ حیات رہے۔ سلیم صاحب کی قابلیت

کا اندازہ اِس امر سے ہو سکتا ہے کہ بوقتِ وفات آپ کی تنخواہ آٹھ سو پچاس روپے ماہوار محض اُردو پڑھانے کی تھی جبکہ انتہائی سستا زمانہ تھا۔

حضرتِ آفتاب نے ایک مجموعۂ نظم موسوم بہ "جلوۂ آفتاب" شائع کرایا اور مدیرانِ جرائد و رسائل کے علاوہ اکثر سخن سنج اور سخن فہم حضرات کے پاس برائے ریویو ارسال کیا۔ جس کے متعلق کئی اہلِ قلم کے علاوہ صوبہ پنجاب کے مایۂ ناز شاعر پروفیسر تلوک چند صاحب محروم نے بھی حسبِ ذیل خیالات کا اظہار فرمایا:۔

جنابِ من۔ تسلیم!

"جلوۂ آفتاب" کی ایک جلد موصول ہوئی، ممنون فرمایا۔ میں اہلِ زبان نہیں ہوں۔ اس لئے زبان دانی کے حُسن و قبح سے قطع نظر کر کے اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کتاب قومی جذبات، حُبِّ وطن کے احساسات اور ہمّت افزا اُمنگوں سے پُر ہے۔ اور نوجوانوں پر اس کا اثر بہت اچھا پڑے گا۔

نیازمند
تلوک چند محروم

محروم صاحب کا مراسلہ پڑھ کر آفتاب صاحب کا دل خوشی سے بلّیوں اُچھلنے لگا۔ چونکہ اُس وقت آپ کی زبان زیادہ پاکیزہ نہ تھی۔ اِس لئے آپ زبان کی طرف خاص توجہ فرمانے لگے۔ چند ماہ بعد یہ مشکل بھی آسان ہوئی اور آپ کے پاس اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان کی طرف سے فرمائشوں کے خطوط آنے لگے۔ متعدد رسالہ جات اور اخبارات میں آپ کا کلام بکثرت شائع ہونے لگا۔ بعد ازاں آپ کو ڈرامہ نویسی کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ دو ڈرامے موسوم بہ "من موہنی" اور "شریمتی انجنا دیوی" رقم کئے، آخر الذکر ڈرامہ اتنا دلچسپ اور پُر اثر تھا کہ فنِ ہذا کے کئی ماہرین نے بے حد

پسند کیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ اسٹیج بھی ہوا۔ اور دو مرتبہ رسالہ رہنمائے تعلیم میں مختلف اقساط کی صورت میں بھی شائع ہو کر مقبولِ خاص و عام ہوا۔

اسی اثنا میں تحریکِ خلافت عالمِ شباب پر تھی۔ پانی پت میں تقریباً روزانہ جلسے ہوتے تھے۔ جن میں پبلک نے متعدد مرتبہ آفتاب صاحب کو کرسئ صدارت پیش کی۔ دوسری طرف آپ کو پردھان آریہ سماج بننے کا شرف حاصل ہوا نیز خلافت کے جلسوں میں آپ نے متعدد بار نظمیں پڑھیں۔ جنہیں پبلک نے بہت پسند فرمایا۔ لالہ سمیر چند گپتا، حافظ نور محمد پانی پتی وغیرہ کئی اصحاب نے بھی آپ کی پھڑکتی ہوئی نظمیں مذکورہ بالا جلسوں میں سنائیں، انہیں ایام میں آپ کی ایک نظم بہ طرح

ع

ہمارے ہند کی حالت خراب رہنے دو

روزانہ اخبار "پرتاپ" میں شائع ہوئی۔ خوش قسمتی سے وہ یہاں تک مقبول ہوئی کہ دہلی اپنے مرکزِ علم کے جلسوں میں جا بجا پڑھی جانے لگی۔ اور پبلشروں نے متعدد ٹریکٹوں میں چھپوا دی۔ اسی دوران میں آپ کی ایک اور نظم شائع ہوئی، جس کا مطلع تمثیلاً عرض ہے

ہم چرخِ ستمگر کو بل اپنا دکھا دیں گے
مشرق کا سرا نے کر مغرب سے ملا دیں گے

یہ نظم ہندوستان کے مایۂ ناز مہوا پدیشک 'ضیائے دواگر' فصیح البیان پنڈت رام چندر جی دہلوی کے دل پر کندہ ہو گئی۔ پنڈت صاحب موصوف کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ یہ نظم پڑھ کر بارہا لطف اندوز ہوتے ہیں۔

پانی پت کے ایک شخص سید علی نہایت خوش الحان ہیں۔ آپ نے آفتاب صاحب سے ایک نظم لکھوا کر ایک ریاست کے عظیم الشان جلسے میں اپنے لحن داؤدی

سے سنائی، جس پر آپ کو مبلغ دو صد روپیہ انعام ملا۔

چند سال گزرے کہ شہرہ آفاق جین گندھرب کنور سین پانی پت آئے، اس موقع پر کئی جین اصحاب کی طرف سے فرمائش ہوئی کہ ہمارے دھرم کے متعلق انہیں کوئی چیز دیجئے۔ چنانچہ ایک ہندی نظم ایک جین صاحب کے نام نامی سے منسوب کر کے کنور صاحب کو دی۔ طرح حسبِ ذیل ہے ع

جن دھرم کا سکہ ہر دل پر بٹھلا دیا کیول گیانی نے

یہ نظم جین صاحبان میں اس قدر مقبول ہوئی کہ تقریباً تمام ہندوستان کے جینی گویوں کے علاوہ متعدد جین خوش گلو اصحاب برسوں تک اپنے جلسوں اور جلوسوں میں گاتے رہے۔

ایک مرتبہ پنجاب کے کثیر الاشاعت اخبار گرو گھنٹال میں مندرجہ ذیل اعلان شائع ہوا کہ جو شخص ہندوستان پر اخبار مذکور کے سالانہ نمبر کے لئے بہترین نظم تیار کرے گا۔ اسے مبلغ پچیس روپے انعام ملے گا اور جس کی نظم دوسرے نمبر پر ہو گی اسے مبلغ دس روپے پیش ہوں گے۔ یہ اعلان اخبار میں عرصۂ دراز تک شائع ہوتا رہا۔ دفتر اخبار مذکور میں سینکڑوں شعرا کا کلام پہنچا، جن میں سے منتخب ہو کر پندرہ بیس نظمیں زینت اوراق اخبار گرو گھنٹال ہوئیں۔ آفتاب صاحب کو دوسرے درجہ کا انعام ملا، جس کا ایک پیسہ لالہ کشمیری لال صاحب پانی پتی کی معرفت خزینہ گؤ شالہ پانی پت میں ڈلوا دیا۔

اس کے بعد آپ نے ایک ڈرامہ موسومہ بہ "ہندوستانی سُورما" رقم فرمایا جو الفرڈ تھیٹریکل کمپنی کے شہرہ آفاق، مستند واقعہ نگار ڈرامہ نویس پنڈت نارائن پرشاد صاحب بیتاب کو برائے اصلاح دکھایا۔ پنڈت صاحب نے نہایت عرق ریزی و جانفشانی سے ڈرامہ پڑھا۔ جو لغزشیں اُن کے خیال رسا میں آئیں ایک

پُرمعنی مضمون کے ذریعے آفتاب صاحب کو اُن سے مطلع فرمایا اور درست کرنے کی ہدایت کی۔ بموجب ارشاد پنڈت صاحب موصوف آپ نے غلطیوں کی اصلاح کر دی۔ بیتاب صاحب نے ڈرامہ مذکور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے جس میں خاص طور پر نظم کا حصہ نہایت چست و برجستہ تسلیم کیا ہے۔ پھر ڈرامہ ہذا مہاشہ نارائن دت سہگل لاہور نے شائع کرایا۔ آفتاب صاحب نے نقادانِ شعر و سخن اور کامیاب ڈرامہ نگاروں کے پاس بغرضِ ریویو ارسال کیا۔ ناٹیہ چاریہ پنڈت تلسی دت شیدا میڈن تھیٹر کلکتہ۔ طوطیٔ ہند پنڈت راج نرائن صاحب ارمان دہلوی یادگار حضرتِ داغ اور کنور ہری سنگھ صاحب جری مدیر "راجپوت گزٹ" لاہور وغیرہ متعدد حضرات نے نہایت اعلیٰ ریویو کئے۔ جری صاحب کے ریویو کا گھروندہ محبت کی بنا پر قائم ہوا ہے اور دیگر صاحبان کا اصلیت کی بنا پر۔ شیدا صاحب کے مکتوب کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:۔

جناب آفتاب صاحب۔ نمستے!

آپ کا ڈرامہ "ہندوستانی سورما" موصول ہوا۔ شکریہ۔ ڈرامہ مذکور پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی اور بارہا خیال آیا کہ آپ ایسے رئیس کہ جنہیں کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ کس طرح اس پایہ کے ڈرامے رقم کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے ڈرامے کا ریویو صرف اتنا لکھ کر ختم کرتا ہوں کہ "ہندوستانی سورما" جیسے زبان اور خیالات (بھاؤ) کے ساتھ قومی جذبات سے پُر ڈرامے اردو لٹریچر میں بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کے تصنیف کردہ ڈرامے "ہندوستانی سورما" کی زبانِ حال سے تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہاں میں اتنا ضرور عرض کروں گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کا "ہندوستانی سورما" ہندی میں۔

میرے سامنے آفتاب ہوتی بھاشا کی سیوا کرنا ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔

دستخط

شیدا

بعد ازاں آفتاب صاحب کے زیرِ قلم ایک ڈرامہ موسوم بہ "ویر چھترانی" تھا۔ کہ بیتاب صاحب اور "ناگری پرچارنی سبھا" کے خاص کارکنان کے مابین ڈرامہ مذکور کے متعلق گفتگو ہوئی۔ بیتاب صاحب نے آپ کی تعریف کی۔ لہٰذا سبھا نے گو زیرِ تعلیم ڈرامہ چھوڑ کر آپ کا ڈرامہ سٹیج کرنے کی طالب ہوئی۔ جس کی تصدیق پنڈت صاحب موصوف کے حسب ذیل مراسلہ سے ہو جائے گی:۔

۲۸ مارچ ۱۹۲۸ء

شریمان لالہ انوپ چند جی آفتاب! نمستے

"ہندی پرچارنی سبھا" کے منتری ہو دے اس سمے میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ڈرامہ کی ریہرسل شروع کر چکے تھے، لیکن کچھ ممبروں کا خیال ہے کہ ڈرامہ زیرِ تعلیم کوئی اچھا ڈرامہ نہیں ہے نہایت ہی بہتر ہو۔ اگر آفتاب صاحب کا ویر چھترانی سٹیج کیا جائے، حالانکہ سبھا سدوں نے ابھی آپ کا ڈرامہ نہیں دیکھا۔ مگر نام نہایت دلچسپ اور سبھا کے اُدیش کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے اس کی تحریر بھی اتنی ہی مطابق اور دلچسپ ہو۔ اس لئے عرض ہے کہ اگر آپ ختم کر چکے ہیں یا خاتمہ کے قریب پہنچ چکے ہیں تو منتری جی کی اچھا ہے کہ موجودہ ڈرامہ چھوڑ دیں اور آپ کا ویر چھترانی شروع کریں، کچھ کمی ہو گی تو وہ ریہرسل ہونے تک پوری ہو جائے گی۔ اب فرمائیے کہ ڈرامہ کہاں تک تیار ہے، تیار ہو تو بھیج دیجئے:۔ نیاز مند بیتاب

پھر ایک مجموعۂ نظم آفتابِ وطن کے نام سے شائع کیا گیا - یہ آفتاب صاحب کی ملکی، قومی، مجلسی، تاریخی، مذہبی وغیرہ پُرجذبات نظموں کا وہ نادر مرقع ہے، جس کا تقریباً ہر شعر تاثیر کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے، بدیں وجہ علامہ کیفی دہلوی، عشرت لکھنوی، محشر لکھنوی، بیخود دہلوی، سائل دہلوی داماد جناب داغ، ایسے ہندوستان کے کئی سرمایہ ناز شاعروں اور ادیبوں نے بے حد پسند کیا۔ جن کے ریویو مضمون ہٰذا کے بعد شائع کئے جائیں گے :۔

بعد ازآں جذباتِ آفتاب، جذبات کی دُنیا، حبِ وطن اور شمشیرِ وطن کے نام سے کئی اور مجموعے شائع ہوئے جنہیں قبولِ خاص و عام کی سند نصیب ہوئی۔ اور گورنمنٹ ہریانہ نے آپ کو راج کوی کا اعزاز عطا کر کے ثابت کر دیا کہ جو خوشامد پسند اور زمانہ ساز نہیں اُنہیں بھی کبھی نہ کبھی محنت کا پھل ضرور مل جاتا ہے :۔

چین بھارت، پاکستان اور ہندوستان کی جنگ کے دوران جس قدر ولولہ انگیز جنگی ترانے آفتاب صاحب، قیس جالندھری صاحب اور جناب فلک منظفر نگری صاحب کے قلم سے نکلے۔ تمام ہندوستان میں اس کے پاسنگ بھی کوئی شاعر نہ لکھ سکا۔ جس اخبار کو دیکھا انہیں کا کلام نظر آیا۔ آفتاب صاحب نے جنگی نظموں کا مجموعہ شمشیرِ وطن کے نام سے شائع کرایا جس کے ایک ایک شعر میں بے حد جوش موجود ہے، ملاحظہ ہو :۔

؎ اک آگ لگ رہی ہے اغیار کے گھروں میں
وہ سوز ہے ہماری آہوں کے اخگروں میں
تم کشتیٔ وطن کو دینا نہ ڈگمگانے
طاقت ہے گر تمہاری ہمت کے لنگروں سے
غیرت کی گر اُڑیں کی چنگاریاں دِلوں سے

برقِ تپاں گرے گی اغیار کے گھروں میں
خنجر کی دھار پر بھی ثابت قدم رہے گا
یہ آفتاب گر ہے قومی سخنوروں میں

بدلنا بخت کا ان کے لئے مشکل نہیں ہرگز
جو ٹکرا چکے ہیں بارہا ایامِ دوراں سے
وطن کے سرفروشوں کی شجاعت پوچھتے کیا ہو
قضا سے کھیلتے ہیں اور لڑ جاتے ہیں طوفاں سے

تم قوم کے جواں ہو وطن کے ہو سرفروش
کیا سرکشوں کا زعم مٹایا نہ جائے گا
وہ ٹکڑے ٹکڑے جسم کے کر سکتے ہیں مگر
غیرت کے ولولوں کو دبایا نہ جائے گا

جنگ و جدل کی آگ تو سلگا رہا ہے چین
شعلہ بھڑک اُٹھا تو بجھایا نہ جائے گا
مردوں کا سر وہ سر ہے جو کٹ سکتا ہے مگر
غیروں کے آستاں پر جھکایا نہ جائے گا

وطن کے تم جوان ہو سروں پہ باندھ لو کفن
کہ سرحدوں پہ ہند کی کھڑا ہے دشمنِ وطن

کہاں یہ تاب غیر میں کہ آسکے ہندیوں کے منہ
بلا کے سرفروش ہیں مرے وطن کے مرد و زن
بھڑک اُٹھے نہ آگ کیوں دلوں میں عشق قوم کی
کہ آج میرے ملک کا ہر اک بشر ہے کوہ کن
ستارہ آفتاب پھر چمکتا کیوں نہ ہند کا
وطن کا بچہ بچہ آج بن گیا ہے صف شکن

پڑے سے تلوار گردن پر جگر پر تیر چل جائے
لہو آنکھوں سے برسے خون کا دریا اُبل جائے
مگر ممکن نہیں پوری نہ ہو وہ بات مردوں کی
کہ مرتے مرتے بھی اُنکی زباں سے جو نکل جائے

میدان میں اس قوم نے جب تیغ اُٹھائی
دی خون کی بہتی ہوئی اک نہر دکھائی
شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے جس پہ گرج کر
اُس صف کے جوانوں کی صفائی نظر آئی

زیر خنجر بھی ترانہ قوم کا گائیں گے ہم
جان دیدیں گے مگر بزدل نہ کہلائیں گے ہم
سر کٹانے بھی پڑیں لاکھوں جوانوں کے اگر
مادر بھارت تری تقدیر چمکائیں گے ہم

ہم نے سینے میں چھپا رکھا ہے قومی ولولہ
دشمنوں کے سامنے طوفان بن جائیں گے ہم
پھونک دیں گے روح تازہ ہڈیوں میں آفتاب
جب تری پُر جوش نظمیں ملک میں گائیں گے ہم

ہم گردشِ دوراں کو بل اپنا دکھا دیں گے
مشرق کا سرا لے کر مغرب سے ملا دیں گے
شیروں کی طرح ہم بھی غرّائیں گے دُنیا میں
سینوں میں وطن کے وہ جذبات جگا دیں گے
کشمیر کی جنّت پر ہیں ان کی نگاہیں کیا
ہم خاک میں منصوبے دشمن کے ملا دیں گے
پنجوں سے لٹیروں کے کشمیر کو چھڑوا کر
آزاد کرانا ہے آزاد کرا دیں گے
تلوار سے خنجر سے شمشیر سے ناوک سے
جو سرکش و خود سر ہیں سر اُن کا جھکا دیں گے

عرشِ اُردو کا تجھے سب مانتے ہیں آفتاب

عرشِ اُردو کا تجھے سب مانتے ہیں آفتاب — قوم اور ملک کا ہے تیرے دل میں اضطراب
آج قومی شاعری میں ہے کوئی تیرا جواب؟ — شعر گوئی سے بڑھایا تو نے اُردو کا وقار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غمگسار

آج اقلیمِ سخن میں تیرا سکّہ ہے رواں — آفتابِ عرش کی مانند ہے تو جاوداں
داد دیتے تھے تجھے سائلؔ سے اُستادِ زباں — کیفیؔ و بیخودؔ نے سمجھا تھا تجھے جادو نگار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

کتنی خوش قسمت ہے میر پانی پت کی سرزمیں — عمر بھر جیکا کئے حالیؔ سے روشن سے بہیں
اور سلیمؔ خوش نوا کی عظمتوں کی ہے امیں — ہے سلیمِ خوش بیاں کی تو مقدس یادگار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

پہلے تھی کوشش تری دورِ غلامی دُور ہو — نورِ آزادی سے پھر پیارا وطن پُر نور ہو
ہر بشر ہندوستاں کا شاد ہو مسرور ہو — تو نے انگریزوں کو للکارا وطن میں بار بار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

عشرتؔ و محشرؔ کو تھا تیری بلندی کا یقیں — تھا فداؔ صاحب کا یہ کہنا تیرا ثانی نہیں
تجھ کو محرومؔ و منوّرؔ نے کہا صد آفریں — تیرے قائل ہوگئے سب تم کے ماہ جبیں

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

اُلفتؔ و اکملؔ سدا سے ہیں ترے نغمہ سرا — تیری عظمت کے ہیں قائل چرخؔ افسرؔ اور وفاؔ
اخترؔ و موہنؔ کمالؔ اور غازیؔ ایسے خوش نوا — داد تجھ کو دے رہے ہیں انورِؔ عالی وقار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

شعر تیرے کیا ہیں دردِ قوم کی تصویر ہیں — پیرہن میں نور کے اک پیکرِ تنویر ہیں
دشمنانِ ملک و ملّت کے لئے شمشیر ہیں — تیرا ہر مصرع ہے ملک و قوم کا آئینہ دار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

کانگریس کا دور بھی آیا نہ تجھ کو سازگار — تجھ سے کب دیکھا گیا ہندوستاں کا حالِ زار
اس کی اُلفت میں رہا تو زندگی بھر بیقرار — رہبروں کی رہزنی سے آج بھی ہے دلفگار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

جوہرؔ و جانبازؔ ہیں اب تیرے شاگردِ رشید — جن سے وابستہ ہے ملک و قوم کی ہر اک اُمید
درحقیقت تو ہے اُنکی کامرانی کی کلید — تیرا ہر مایہ حکومت نے بڑھایا ہے وقار

اے ادیبِ خوش نوا اے شاعرِ عالی وقار
مادرِ ہندوستاں کے دردمند و غم گسار

جانبازؔ ایم۔ اے پانی پتی

از قلم گوہر رقم ملک الشعراء فخر لکھنؤ جناب محترم کاظم حسین صاحب
محشر لکھنوی

۳ / اکتوبر ۱۹۳۱ء

مکرم ومحترم بندہ دام مجدکم العالے

تسلیم! آفتابِ وطن باوجود عدیم الفرصتی تمام وکمال دیکھ لیا، جواب میں تاخیر اسی وجہ سے ہوئی کہ بغیر دیکھے رائے قائم کرنا ایمان داری کے خلاف تھا۔

میری رائے

آپ کے جذباتِ شاعری با اثر ہیں۔ قومی نظمیں ہوں یا اخلاقی دل سے نکلی ہوئی باتوں کا شفاف آئینہ ہیں۔ آپ ایسے شعراء کی بزمِ ادب میں ممتاز جگہ ہونی چاہیئے۔ حسنِ قبول خداداد ہے، اشعار خود پکارتے ہیں کہ پڑھو اور مکرر پڑھو۔

نیازمند
محشر لکھنوی

از قلم حقیقت رقم افتخار الشعراء جناب منشی مہاراج بہادر صاحب برق دہلوی
منشی فاضل بی اے، مصنف "مطلع انوار"

دہلی ۴ / اکتوبر ۱۹۳۱ء

محبی تسلیم!
"آفتابِ وطن" کی ایک جلد موصول ہوئی، نوازش کا شکریہ، میں نے آپکی

نظمیں دلچسپی کے ساتھ پڑھیں۔ زبان سادہ اور سلیس ہے، خیالات پاکیزہ اور نفیس، قومی درد اور حُبِّ وطن کے جذبات نمایاں ہیں، ہندو دھرم سے محبت قدرتی طور پر آپ کے شایاں ہے۔

. . . .

. . . . "آفتابِ وطن" کی چمک میں دلوں کے کھینچنے کی صلاحیت ہے۔ ایشور کرے یہ کتاب مقبولِ عام ہو۔

خیر طلب
برق دہلوی

از قلم گوہر رقم ناثرِ باکمال و شاعرِ بے مثال سلطان الشعراء فخرِ دہلی جناب وحید الدین صاحب بیخود دہلوی جانشین حضرتِ داغ

دہلی، مٹیا محل

مورخہ ۱۰ / اکتوبر ۱۹۳۱ء

مکرمی، جناب کا "آفتابِ وطن" میرے سامنے ہے۔ میں نے اسے خوب دیکھا۔ کیا کہنے ہیں۔ صفائی بیان، لطافت، ادائے مطالب غرض ہر چیز خوب تر ہے، کیوں نہ ہو، درد والے دل ہی ایسے شعر کہتے ہیں۔ فقط

بیخود دہلوی

ازقلم بلیغ الملک، اُستادِ زبان چشم وچراغ خاندان میر

جناب خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت، لکھنوی

آج کل ہندوستان کی خواہش ہے کہ ملک میں صاف سادہ اُردو رائج ہو، فارسی عربی کے گردش ناآشنا الفاظ، سنسکرت کے غیر مانوس ثقیل الفاظ نہ ہوں، اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو جناب لالہ انوپ چند صاحب آفتاب کی جدید تصنیف "آفتابِ وطن" جس میں قومی، ملکی، مذہبی نظمیں درج ہیں بہت مفید ہے، بہ نسبت مغلق اور غیر مانوس الفاظ کے عام فہم لفظوں میں اظہارِ خیالات زیادہ مشکل ہے۔

خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی

۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء

ازادیب فطرۃ، مصورِ قدرت، شہرۂ آفاق فسانہ نگار

مہاشہ سُدرشن، ایڈیٹر "چندن"

جناب من۔ تسلیم!

مزاج شریف! کتاب "آفتاب وطن" ملی، شکریہ، نہایت عجیب چیز ہے۔ میری آنکھوں اور دل نے اُسے پسند کیا، کاش! جو نوجوان عشقیہ غزلیں پڑھنے میں اپنا وقت برباد کرتے ہیں۔ وہ آپ کی کتاب کا مطالعہ کریں تو اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور اُن کا سینہ پاکیزہ جذبات سے لبریز ہو جائے۔

لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۳۱ء

سُدرشن

جنابِ آفتاب کا کلام

بہترین شاعروں اور ادیبوں کی نظر میں

ازقلم شیر نیستانِ سخن، فصیح الملک، افتخار الشعرا، بلبلِ ہزار داستان روحِ روانِ زبانِ اُردو، ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل، داماد حضرت داغ دہلوی

مکرمی جناب آفتاب صاحب زاد لطفہٗ۔

آپ کا ذوقِ سخن، پھر ذوقِ سخن بھی اُس رنگ میں جس کو تعلق ملی تصوف اور حُبِ وطن سے ہو، بہر صورت قابلِ ستائش ہی نہیں بلکہ قابلِ رشک ہے اور ایک بہترین سبق و درس اہلِ عالم کے واسطے۔

میں آپ کا نہایت ممنون ہوں کہ آپ نے میرے ذخیرۂ کُتب میں جو میرے بعد میری اولاد کے مطالعہ میں آئیگا، ایک اچھا اضافہ فرمایا، یہ میری گزارش "آفتابِ وطن" کے نسخہ کی رسید معمولی نہیں ہے۔ آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں نے رسم دُنیا کے طور پر آپ کو خط لکھ دیا۔

ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء

بابائے اُردو علّامہ برج موہن دتا تریہ کیفیؔ دہلوی

"آفتابِ وطن" کا ایک ایک شعر نہایت غور سے عالمِ تنہائی میں پڑھا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ آفتابؔ صاحب کے اشعار نہیں بلکہ دل کے خونریز ٹکڑے ہیں جو انہوں نے صفحۂ قرطاس پر رکھ دیئے ہیں اور اکثر اشعار ایسے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کا دل ایک بار تو ضرور ہی تڑپ اُٹھتا ہے اور آنکھیں نم آلود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً قومی غدّاروں سے شکوۂ بدنصیب وطن" "آہِ سوزاں" "بدنصیب بھارت" "بھارت ماتا کی پُر درد فریاد" "ہاتھ سے غیروں کے بھارت کا چمن پامال ہے" "شہیدانِ وطن کا مرثیہ" "سینوں پہ کھا کے گولیاں ہم نے تمہیں دکھا دیا" "داستانِ حقیقت" یہ نظمیں دل کی آہ اور حقیقی جذباتِ قلبی سے لبریز ہیں' جو سنگدل سے سنگدل انسان پر بھی اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں' ایسی مفید قومی اخلاقی کتاب سکول کی لائبریریوں میں ضرور ہونی چاہیئے اور قومی سکولوں میں تو اسے سکول کورس میں داخل کرانا چاہیئے تاکہ طلباء کے دلوں میں ابتداء سے ہی قومی ملکی جذبات پیدا ہوں' اور اُنکی ہستیاں ملک و قوم کے لئے خدائی برکت ثابت ہوں؛

خط ۵ ر جون ۱۹۳۲ء (جذباتِ آفتاب صفحہ ۸)

مشہور عروضی علّامہ سحؔر عشق آبادی دہلی

محتاج خدائے غیر کیوں ہو کامل ... بس فرحتؔ لکھنوی تھے اس کے عامل
اس دور میں آفتابِ پانی پت ہیں ... اُس پرچمِ مذہبِ ہدیٰ کے حامل
حضرت شنکر دیال فرحتؔ مغفور ... تھے شاہِ سخن جانِ ادب روحِ شعور
امرت کے اُنہیں سے تین چلّو پی کر ... اس وقت ہیں آفتابؔ پانی پت چور

سحؔر عشق آبادی

ترجمانِ دل' فصیح الشعراء جناب لالہ شگن چند صاحب روشنؔ بی۔ اے (آنرز) ایل' ایل' بی' وکیل

میرے عزیز دوست لالہ انوپ چند آفتابؔ پانی پتی کا کلام ملک کے متعدد اخبارات و رسالہ جات میں بکثرت شائع ہوتا رہتا ہے' جس کو قارئین پورے اشتیاق کیساتھ پڑھتے ہیں' آپ قومی شاعروں کی صف میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں' اور آپ کا سینہ بلاشک و شبہ دردِ قومی سے لبریز ہے' حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی شاعری نے جذبات کی دُنیا میں ایک ہلچل مچا رکھی ہے' چنانچہ "آفتابِ وطن" میں آپ نے اپنا دِل نکال کر رکھ دیا ہے۔ آپ کے کلام میں ایک خاص قسم کی موسیقی ہے' جو برادرانِ وطن کی مُردہ سے مُردہ ہڈیوں میں بھی ایک نئی اور زبردست روح پیدا کرنے کا موجب بنے گی؛

پانی پت ۳ ر اکتوبر ۱۹۳۱ء ... شگن چند روشنؔ

از قلم حقیقت رقم' ممتاز الشعراء' سیّد القلم' پنڈت یوگراج صاحب نظرؔ سہانوی

"آفتابِ وطن" کا طلوع اور اُس کی ضو پاشیاں غیبی امداد ہے اور آپکا یہ کارنامہ لائقِ ہزار تحسین و داد' "آفتابِ وطن" کیا ہے؛ محسوسات و جذبات کا بحرِ ذخار اور حیات افروز تخیل کا دریائے ناپید اکنار

اے یادگارِ قوم و وطن دل کے دردمند ... اس وقت جبکہ اُف کی سزا بھی ہے قید و بند
تُو نے وطن کی پاک محبت کے جوش میں ... اشعار وہ پڑھے ہیں با آوازِ صد بلند
جن سے دلوں میں آتشِ پنہاں ہے مشتعل ... جن کے سبب سے گرمیٔ محفل ہزار چند
[illegible] سے نظر ... تجھ پر ہزار آفریں لالہ انوپ چند

۲۵ ر ستمبر ۱۹۳۱ء ... نیاز منہ نظرؔ سوہانوی

ہندوستان کے دیگر شاعروں ادیبوں اور اہلِ قلم کے جذبات

علامہ بشیشور پرشاد صاحب منوّر لکھنوی

میرے محسن آفتاب صاحب ۔ تسلیم

آپ کا جذبۂ حبِ وطن اپنے خلوص کے لحاظ سے شک و شبہ سے قطعاً بلند و بالا ہے، اسی جذبے سے متحرک ہو کر آپ نے اپنی قابلِ قدر زندگی کا ہر لمحہ مادرِ وطن کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ میدانِ جنگ میں جو کام سپاہی کی تلوار کرتی ہے، میدانِ جنگ سے باہر وہ کام آپ اپنے قلم سے لیتے ہیں۔ دل کی آواز کسی قسم کے تصنع کی محتاج نہیں۔ اگرچہ شاعری کے لئے فصاحت و بلاغت کے جوہروں کا ہونا بھی ضروری ہے، لیکن شاعری صرف فصاحت و بلاغت پر ہی ختم ہو کر نہیں رہ جاتی۔ خلوصِ جذبات اچھی شاعری کی پہلی شرط ہے۔

دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

ایک ایک شعر میں آپ کے دل کی آواز ہے اور اسی لیئے وہ تمام ایسے اہلِ وطن پر براہِ راست اثر کرتی ہے جن کے دلوں میں حبِ وطن کا جذبہ برائے نام بھی موجود ہے۔ آپ کے ارشادات کو ہمیشہ اُردو زبان کے آزادی ادب میں نمایاں جگہ دی جائے گی۔

آپ کا مخلص

بشیشور پرشاد لکھنوی

۱۸/۲/۶۰

رُوحِ پنجاب ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ کی قیمتی رائے

خط ۱۸/۲/۶۰

شری آفتاب کی کتاب "حبِ وطن" کو ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے شکریہ کے ساتھ وصول کیا۔ اُنہوں نے بہت سی نظموں کو پڑھا اور انہیں نہایت دلچسپ اور انتہائی بلند (ہائی کلاس) پایا۔

DR. GOKUL CHAND NARANG ACKNOWLEDGES WITH THANKS THE RECEIPT OF A COPY OF HUB-I-WATAN" BY SHRI AFTAB PANIPATI. HE HAS GONE THROUGH QUITE A NUMBER OF POEMS AND FINDS THEM VERY INTERESTING AND OF HIGH QUALITY.

فخرِ پنجاب شاعرِ لاجواب پنڈت وشنو پرشاد بی اے مرحوم کے دِلی جذبات۔ مطبوعہ رسالہ برہمن گزٹ فروری، ۱۹۵ء

مصوّرِ جذبات رائےزادہ انوپ چند آفتاب پانی پتی دورِ حاضرہ کے ایک مستند ادیب اور مفکّر ہیں۔ آپ سلیم پانی پتی کے جانشین ہیں اور ایک نہایت درد بھرا دِل رکھتے ہیں۔ آپ کے افکار کا اپنا

ہی رنگ ہے اور اسلوبِ بیان نہایت پیارا ہے، جو بات وہ چند الفاظ میں کہہ جاتے ہیں، دوسرے شعراء وہ بات پیدا نہیں کر سکتے ؛

آفتاب صاحب کی شخصیت کا میرے دل و دماغ پر ایک خاص اثر ہے، اُسی کے ماتحت میں آپ کا سچا مداح ہوں۔ اُن کی مختصر ملاقات سے میری زندگی میں غم کے برداشت کی طاقت بڑھ جاتی ہے ؛

جذبہ مجموعہ میں آفتاب صاحب نے بھگتی رس کی جیتی جاگتی تصویریں پیش کی ہیں اور محبانِ وطن کو جی کھول کر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے میں آپ کا احسان مند ہوں بلکہ تمام ملک ان کا احسان مند ہے کہ آپ نے اپنے کلام سے وطن کے شہیدوں کی یادگار کا ایک معیار قائم کر دیا ہے ؛

فخرِ وطن کوی سمراٹ شاعرِ جادو نگار و بہترین ڈرامہ نویس جناب راج بہادر صاحب شرر بی۔اے دہلوی کے احساسات

ملک نے کئی قومی شاعر پیدا کئے، جنہوں نے اپنے بہترین ولولہ انگیز کلام اور کارناموں سے نمایاں سے انگریزی حکومت کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ جن میں ایک لالہ ہردیال ایم۔اے اور ماسٹر امیر چند کے خاص ساتھی لالہ وزیر چند صاحب ہمدم تھے، آپ نے سنہ ۱۹۰۷ء سے سنہ ۱۹۰۹ء تک سودیشی تحریک کی آگ سلگانے میں اپنی آتش بیانی کے خاص جوہر دکھائے تھے۔ آپ کا ایک طویل مسدس بھی ہے، جس میں ہندوستان سے متعلق اہم ترین حالات نہایت وضاحت کے ساتھ انتہائی موثر الفاظ اور دہلی کی ٹکسالی زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو پڑھنے والے کو یہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں کہ اس قسم کا مسدس میں نے پہلی بار اردو زبان میں پڑھا ہے، شرر صاحب لالہ صاحب موصوف

کے فرزند ہیں۔ جنہوں نے بیس کے قریب بہترین ڈرامے بھی لکھے ہیں، جن میں سے کئی ریکارڈ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکے ہیں۔ آپ کو جناب برق دہلوی کے ہمعصر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ کافی عرصہ گوشہ نشین رہے تھے، مجھ کو ان کو پیارے ہو چکے ہیں ؛

جانباز

مجھے پرستارِ وطن آفتابِ سخن لالہ انوپ چند صاحب آفتاب پانی پتی کا ایک مدت سے نیاز حاصل ہے، سادگی اور خلوص آپ کی فطرت کے جوہر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اہلِ دل ہیں، اہلِ درد ہیں۔ تصنّع سے کوسوں دور ہیں۔ میرے دل پر آپ کے اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ کے گہرے نقوش ہیں ؛

آپ کا کلام زندگی کا پیغام ہے، ایک خاص روشنی ہے، جو قومی جذبات کو اُبھارتی ہے، اخلاق کا روپ سنوارتی ہے آپ دلیش بھگت ہیں۔ دلیش بھگتوں کے گُن گاتے ہیں۔ وطن پرستوں کی قربانیوں کو مشعلِ ہدایت بنا کر قوم کو آگے بڑھاتے ہیں، آپ کی نظمیں حُب الوطنی کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔

نوجوانوں کو جگانے کے لئے آپ فرماتے ہیں:۔

اُٹھ جاؤ نوجوانو! پھر ہمتیں دکھا ہیں ۔۔۔ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں بنا ہیں!
آفات میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں ہم ۔۔۔ سائے میں خنجروں کے آگے قدم بڑھائیں

آپ ملک کے محبوب ترین لیڈر، بھارت کی رُوح پنڈت جواہر لال نہرو کو خطاب کرتے ہیں:۔

اے جواہر تیری ہمت کا ہے قائل عالم ۔۔۔ آج افلاک پہ اُڑتا ہے وطن کا پرچم

اک تجلی سی حقیقت کی دکھانیوالے　　آتشِ عشق جوانوں میں لگانیوالے
جبر و بیداد کی بنیاد دہلانیوالے　　مادرِ ہند کو آزاد کرانیوالے

اک اشارے پہ ترے جان گنوا دیں گے ہم
سر کٹانا بھی پڑے گا تو کٹا دیں گے ہم

آپ کی حب الوطنی آپ کے زاویہ نگاہ کو تنگ نہیں بناتی، آپ ساری دُنیا کو ایک کنبہ سمجھتے ہیں۔ اور ساری دُنیا کے درد کو اپنا درد، آپ پرارتھنا کرتے ہیں:۔

لگے چوٹ دل پہ کسی کے گر تو تڑپ اُٹھے مرے قلب ہیں!
مرے دل میں ہو جذبہ پریم کا ' مجھے ساری دُنیا سے پیار دے

کیا صاف بیانی سے کام لیتے ہیں:۔

جو پوچھتے ہو تو کہہ دوں گا صاف اہلِ وطن
غلام قوم کا کوئی سخن نہیں ہوتا

آپ ناموافق حالات سے کبھی مایوس نہیں ہوتے کس وثوق سے فرماتے ہیں:۔

جذباتِ محبت کا اثر ہو کے رہیگا　　سرسبز اُمیدوں کا شجر ہو کے رہیگا
آلام کے پردے میں نہاں رہتی ہیں خوشیاں　　ظلمت سے عیاں نورِ سحر ہو کے رہیگا

آفتاب صاحب محبت کو زندگی سمجھتے ہیں

گائے جا آفتاب بھارت ماتا کے گن گائے جا
وطن کے نوجوانوں کو روشنی دکھائے جا

آپ کا ایک خاص طرز ہے اور قومی شعرا کی صف میں ایک خاص مقام ہے' پریم میں وہ طاقت ہے کہ ذرّے کو آفتاب بنادے۔

دل کے تاروں پہ جو بھگتی کے ترانے گائیگا
سُور تُلسی کی طرح اک، پریم رس برسائیگا
اے سترز وہ راگ کا اثر اگ کا ہے دیوتا
موت پر پا کر وجے، جگ میں امر ہو جائیگا

٢٣ دریا گنج دہلی　　سترز دہلوی

ممتاز الشعرا منشی چندر بھان صاحب کیفی دہلوی

جذباتِ آفتاب اس بیسویں صدی کا ارمغانِ جدید ہے۔ یہ ایک گلزار ہے، جس کے پھول اپنی دل آویز خوشبوؤں سے عطر بیزیاں کر رہے ہیں۔ یہ ایک خیالات کا خُم کدہ ہے جس میں صہبائے رنگین کے شیشے قرینے سے سجے ہوئے ہیں۔ وہ سلیس اور صاف ستھری بھاشا استعمال کی ہے جو اہلِ زبان کی روزمرّہ ہے، جذباتِ آفتاب کی تمام نظمیں نتیجہ خیز، حبِ وطن سے لبریز اور بعض .... دلِ دردمند کے لئے تیر و نشتر سے تیز ہیں۔ اُمید ہے کہ ہمارے وطن کے جدید شاعر جذباتِ آفتاب سے بہرہ مند ہو کر فرسودہ شاعری کی تقویمِ پارینہ کو بالائے طاق رکھ کر طرزِ جدید میں آفتاب صاحب کی تقلید کریں گے۔

چندر بھان کیفی روشن پورہ، دہلی (جذباتِ آفتاب)

شری ہمان گنپت سہائے سریواستوا ایم اے ریسرچ سکالر انچارج اُردو ڈیپارٹمنٹ الہ آباد یونیورسٹی

آپ کا تقریباً سارا کلام نظم تاثیر و جاذبیت سے مملو ہے، قومی

محبت و مذہبی جوش، وطن پرستی و حریت، اخلاق و پند وغیرہ کی
بہترین تلقین جس کی فی زمانہ اشد ضرورت ہے۔ آپ نے اپنی متعدد
نظموں میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے ....
..... ممدوح پر در نظمیں چکبست لکھنوی اور برق دہلوی کے بےنظیر
کلام کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ زبان نہایت سلیس پیاری اور دلکش
ہے۔ کلام میں روانی اور آمد کا زور ہے۔ کوئی نظم یا غزل تاثیر
اور دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ۱۵ر فروری ۱۹۴۰ء

فخر الشعرا منشی چندی پرشاد شیدا دہلوی

نظمہائے مختلفہ کا پایہ بہت بلند ہے، حشو و زوائد سے قطعی پاک
ہیں۔ خیالات اچھوتے اور بندش کی چستی نے اور بھی سونے پر
سہاگہ کا کام دیا ہے، نظمیں سیاسی، مذہبی اور اخلاقی ہیں اور
نہایت موثر، چونکہ زبان سادہ اور ہندی الفاظ کی آمیزش باموقعہ
کی گئی ہے۔ اس لئے اور بھی ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے
کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، جو مصرعہ ہے برجستہ، جو شعر ہے
حز ملئے خستہ، زبان سلیس اور شستہ گویا آبِ حیات سے دھلی
ہوئی ہے نظمیں اتنی موثر ہیں کہ دل میں صاف تیر و نشتر کی طرح اتر
جاتی ہیں۔ درحقیقت ایسے نظموں کے مجموعہ کی ملک کو ازحد ضرورت
تھی، کیونکہ ہندوؤں کو نہ اپنے بیش قیمت مذہب پر توجہ تھی اور
نہ اپنے مشاہیر کی محبت، بہت سے افراد تو ان کے اسم ہائے
مبارک سے بھی ناواقف تھے۔ اس لئے ان کی

کرنے سے محروم تھے۔
درحقیقت آفتاب صاحب پانی پتی نے اپنے جذبات کو شائع
فرما کر ملک کی ایک اشد ضرورت کو بطریق احسن پورا کیا ہے۔
میں مصنف کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔

راقم نیاز مند چندی پرشاد شیدا دہلوی
۲۴ر فروری ۱۹۴۵ء

استاد الشعرا ماہر زبان ڈاکٹر منوہر سہائے صاحب انور پی ایچ ڈی

اخلاص پرور، تسلیم

آپ کی کتاب "حبِ وطن" ملی، شکریہ، میں یہ کتاب اول سے آخر
تک پڑھ کر نہایت محظوظ و مسرور ہوا۔ آپ کی ذات سے ایسی
ہی برگزیدہ نظموں کی توقع کی جاتی تھی۔ میری دعا ہے کہ آپ سلامت
باکرامت رہیں اور

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

خیر اندیش
منوہر سہائے انور

فخر قوم و وطن پروفیسر جناب محروم کی نظر میں حبِ وطن

"حبِّ وطن" مسٹر الوپ چند آفتاب اس لئے شعر نہیں
کہتے کہ سامعین ان کے کلام پر نعرہ ہائے تحسین بلند کریں۔ اگرچہ
بزمِ سخن میں ان کو کافی داد ملتی ہے اور نہ اس لئے کہ ملک کے

ادبی رسائل میں ان کی شاعری پر مقالے لکھے جائیں۔ اور ان کے نام اور کلام کو شہرت حاصل ہو۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اُنہوں نے شاعری کو قومی اور ملکی خدمت کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ان کا دل حُبِّ وطن کے جذبات سے لبریز ہے اور ان جذبات کا اظہار نہایت بے ساختہ پن سے کلام موزوں کی صورت میں فرماتے ہیں۔ جس کی تاثیر سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ

؏ بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

”حُبِّ وطن“ کے نام سے جو تازہ مجموعہ کلام آپ نے شائع کرایا ہے، وہ قومی اور ملکی نظموں کا بے بہا گنجینہ ہے اور اردو کی اخلاقی اور افادی شاعری میں گراں قدر اضافہ۔

یقین ہے کہ جس مقصد کے لئے آفتاب صاحب نے کاوش کی ہے۔ یہ کتاب اُس مقصد کو بدرجہ احسن پورا کرے گی یعنی جو اسے پڑھیگا۔ اسکے دل میں شہیدوں کیلئے احترام پیدا ہوگا۔ اور وطن کے بیکس بے نواؤں کے لئے ہمدردی پیدا ہوگی، غزلیات میں بھی آفتاب صاحب کا رنگ امتیازی شان رکھتا ہے، ہوس انگیز اور رندانہ جذبات کی گرد سے آپ کے اشعار کا دامن پاک ہے۔

دہلی ۱۵ مئی ۱۹۶۰ء — تلوک چند محروم

آفتابِ سخن

(جناب اندر جیت گاندھی صدر سنٹرل مجلس ادب دہلی)

پانی پت کی سرزمین بھگوان کرشن کی گیتا کی تخلیق، رائے پتھورا اور محمد غوری کے معرکے، مہاراجہ گوالیار اور ابراہیم لودھی کی شہادت، احمد شاہ ابدالی، بوعلی شاہ قلندر اور مرہٹوں کی

یادگاروں کی بدولت جہاں تاریخی، سیاسی اور سماجی اہمیت رکھتی ہے، وہاں محبت اور علمیت میں بھی اس انفرادیت مسلمہ ہے۔ زمانے کے تھپیڑوں نے اگرچہ اکثر یادگاروں کو محض ”افسانہ“ بنا دیا ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ پانی پت کی شانِ وقار ”قطب مینار“ کی طرح آج بھی برقرار ہے، اور اس کی سرزمین اسی طرح شاداب و پُر بہار رہے۔

پانی پت اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہے کہ آفتابِ سخن لالہ انوپ چند آفتاب اسی سرزمین کے رہنے والے ہیں، آفتاب صاحب بیک وقت آفتاب بھی ہیں اور ماہتاب بھی، کیونکہ آپ کا نام انوپ چند ہے، انہوں نے اپنے حسنِ اخلاق اور مروت سے ایک جہاں کو اپنا گرویدہ و شیدا بنا لیا ہے، آپ نے نہ صرف حب الوطنی کے پُر جوش ترانوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں گرمی پیدا کی ہے بلکہ غلامی کے اندھیروں میں حُبّ الوطنی کے چراغ بھی روشن کئے ہیں۔ آفتاب صاحب کے کلام کی یہ امتیازی شان ہے کہ اس میں حُبّ الوطنی کے جذبات کے سوا کسی دوسرے جذبے کو ہرگز کوئی دخل نہیں ہے۔ اُنہوں نے اس راہ میں نہ کبھی کسی ستائش کی پرواہ کی ہے اور نہ کسی اپنی خواہش کی تمنا کی۔ مختصر یہ کہ آفتاب صاحب جیسی منور شخصیتوں کی بدولت ہی پانی پت کا نام روشن ہے اور یہ باعثِ صد فخر و مسرت ہے کہ آفتاب صاحب سنٹرل مجلس ادب دہلی کے سرپرست بھی ہیں۔

۲۸ ۴/۶۷

سحابِ سخن حضرت اکبر احسنی صاحب

مکرمی تسلیم

”حُبِّ وطن“ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت میں بہتر کتاب ہے۔ مضامین، نظمیات نہایت پاک، شگفتہ اور مخلصانہ ہیں، حب الوطنی کا مظاہرہ بڑی فراخ دلی سے کیا گیا ہے، اشعار میں جوش ہے، محبت ہے، خلوص ہے اور افرادِ وطن کو وطن دوستی کا درس

ہے۔ کتاب ہر طرح قابلِ قدر ہے ؂

مخلص آبر احسنی ۶۲/۵/ ۸

پروفیسر خلیق انجم صاحب کے احساسات

کروڑی مال کالج، دہلی یونیورسٹی دہلی۔

مخدومی، آداب ونیاز! خان غازی کابلی کی کرم فرمائی ہے کہ آپ کا "تازہ مجموعۂ کلام "حُبِّ وطن" کے مطالعہ کا موقع ملا، ایک ہی نشست میں ختم کر ڈالا۔ حالیؔ نے پہلی بار پانی پت کی سرزمین سے حبّ الوطنی کے وہ ترانے چھیڑے تھے جو آج تک ہندوستان کی فضاؤں میں گونج رہے ہیں۔ مجھے تو آپ کی "حُبِّ وطن" حالیؔ کے ترانوں کی آخری قسط معلوم ہوتی ہے ؂

بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے وطن سے اتنی والہانہ محبّت کی ہو، وطن کے ذرّے ذرّے کو دیوتا سمجھا ہو۔ آپ کی دوسری تصانیف "جوشِ وطن" اور "آفتابِ وطن" بھی میرے زیرِ مطالعہ رہی ہیں۔ آپ کی چالیس اور پینتالیس سال کی ادبی خدمات کا معاوضہ وہ مقبولیت اور وہ مقام ہے۔ جو آپ کو اُردو ادب میں حاصل ہے۔ مگر میں ابھی سوچتا ہوں کہ آپ کی فنی عظمت کا وہ اعتراف ابھی تک نہیں کیا گیا جو ہونا چاہیئے ؂

اُردو شاعری پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اُس میں گل و بلبل اور جام و مینا کے سوا اور کچھ بھی نہیں، دل چاہتا ہے "حُبِّ وطن" کو ہندوستان کی تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے دکھایا جائے کہ

اُردو شاعری نے اپنے "ظرفِ تنگنائے غزل" میں کتنی وسعت اور ہمہ گیریت پیدا کر لی ہے۔

اُردو کے اس پُر آشوب دور میں خدا آپ کو سلامت رکھے۔"

آپ کا

(پروفیسر) خلیق انجم ۲۲ر نومبر ۱۹۶۰ء

مُصوّرِ جذباتِ فطرت نگار سیّد کوثر حسین صاحب کوثر ایم۔اے

خیمۂ سادات لاہور

اِس وقت "جذبات کی دُنیا" میرے سامنے ہے، بعض پوری پوری نظمیں اور اکثر کہیں کہیں سے پڑھ چکا ہوں، ان نظموں میں چند ایسی خصوصیات ہیں جو ہر پڑھنے والے کو ضرور متاثر کریں گی، مثلاً شاعرانہ جوش۔

"نغمۂ روح" میں بلا کا جوش اور ولولہ ہے۔ چھوٹی بحر نے روانی بھی پیدا کر دی ہے۔ محبّت اور عقیدت کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ "مدن موہن مراری" سے گفتگو جاری ہے، اٹھائیسویں شعر میں قوم کے مٹ جانے کے خوف نے فریاد کی صورت اختیار کر لی ہے۔ تمام نظم میں ہندی کے شیریں و مترنم الفاظ نے نہ صرف ایک خاص مذہبی فضا پیدا کی ہے، بلکہ موضوع کی متانت کو برقرار رکھنے میں بھی مدد دی ہے ؂

ہندی کے الفاظ کا شاندار استعمال آپ کی دوسری نظموں میں بھی موجود ہے اور خوب ہے ؂

صدقِ جذبات - بھارت کے جوانوں کو راہِ ترقی پر گامزن دیکھنے کی آرزو ہیں، ہر شعر میں تڑپتی نظر آتی ہیں اور حب الوطنی کا بے پناہ جذبہ دیش بھگتوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کرتے نہیں تھکتا۔ اس سلسلے میں جذبات کی مصوّری کے اچھے نمونے موجود ہیں۔

اخلاقی اور بالخصوص مذہبی نظمیں اپنے سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ بیان میں ضروری تسلسل موجود ہے اور اظہار کا ڈھنگ واقعات کی تصویر آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے، جیسا کہ "دان ویر کرن کا سنہری کارنامہ" یا "اس پریم پہ ہیں ختم محبت کے فسانے" پڑھنے سے معلوم ہوا۔

ان نظموں میں سادگی، بے ساختگی اور برجستگی کے بعض تو بہت ہی اچھے نمونے ہیں مثلاً:-

۱- موہن نے سدا ماں پہ جو اُلفت کی نظر کی
کچھ اور ہی حالت تھی بھگت راج کے گھر کی

۲- ہو جائے نہ ایمان مقدر کے اثر سے
خالی کہیں آنا نہ پڑے شیام کے گھر سے

وغیرہ۔

"پرارتھنا اور کرشن جنم" صفحہ ۵۰ کی زبان نمایاں طور پر نہایت پختہ اور پُر اثر ہے۔ الفاظ میں چناؤ اور طریقِ بیان میں برڈا رکھ رکھاؤ ہے۔

"شردھا کے پھول" میں پہلا شعر ؎

اک پریم پجاری آیا ہے چرنوں میں دھیان لگانے کو
بھگوان تمہاری مورت پر شردھا کے پھول چڑھانے کو

اپنا جواب نہیں رکھتا۔ یہ ایک شعر اس مضمون کی ایک مکمل نظم پر بھاری ہے۔

"روانی ہے موہن" "پانی ہے موہن" والی نظم میں انتخابِ بحر و قافیہ خاص طور پر قابلِ داد ہے۔

سوز و گداز کی بھی تعریف کرنی پڑے گی۔ نظم میں ادیبانہ فنکاری کچھ ایسی نمایاں نہیں، لیکن ایک قسم کی تڑپ ضرور ہے۔ جس نے نظم کو پُر تاثیر بنا دیا ہے۔

"دیپ مالا" ہر اعتبار سے ایک کامیاب نظم ہے۔

"جذباتِ آفتاب" صفحہ ۱۸ کے متعلق آگے چل کر کچھ عرض کرونگا۔

"ہندوستانی بچوں کا گیت" بہت شان دار ہے۔ اس میں ایک جذب اور سرمستی کی شان ہے۔

آپ نے "ہند کے سٹالن" کی خبر لی، خوب کیا۔ آپ نے اس میں بڑی حقیقت نگاری سے کام لیا ہے۔

آپ کے کلام میں سوز و ساز کی کیفیت بہت نمایاں ہے۔ یہ بات سیاسی نظموں میں بھی ہے اور دوسری نظموں میں بھی بعض جگہ یہ کیفیت نہایت سادہ اشعار میں بھی موجود ہے، مثلاً:-

؎ جہاں کے ذرّے بھی اُلفت کے مہر تاباں تھے
اسی وطن میں محبت کا کال دیکھا ہے

کتاب کے آخری صفحے کی پیشانی پر کتنا اعلیٰ شعر درج ہے ؎

چاندنی کا جس طرح ہوتا ہے مرگھٹ میں گزر
آئے گی تو یوں ہنسی میرے لبوں تک آئے گی

یہ تشبیہہ نوادرات سے ہے۔

آفتاب صاحب! یہ ہیں وہ تاثرات، جو آپ کی تصنیف کا کچھ حصّہ پڑھ کر میرے دل میں پیدا ہوئے۔

آپ صحیح معنوں میں اُردو ادب کی خدمت نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

کوثر
۱۴ نومبر ۱۹۵۶ء لاہور

مشہور اُستادِ فن فخرِ پنجاب شاعر کامیاب جناب نسیم صاحب نورمحلی

جہاں کتاب کی ظاہری آب و تاب قابلِ داد ہے، وہاں آپ کے جذبات اور اُن کا اسلوبِ بیان بھی قابلِ قدر ہے۔ اسلوبِ بیان میں سلاست سادگی اور بے ساختگی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اور کلام جذب و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ حب الوطنی میں آپ کے جذبات کا جوش، ان کی سلاست، صفائی، بے ساختگی غرضیکہ ہر چیز قابلِ قدر ہے، غزلوں میں بھی یہی رنگ نمایاں ہے۔ بہرصورت اس کتاب کی اشاعت پر آپ کی محنت نہ صرف داد بلکہ مبارکباد کی مستحق ہے۔

نسیم نورمحلی
۱۳/۳/۶۰

پنجاب کے کہنہ مشق شاعر جناب اکمل صاحب جالندھری

یادگارِ نسیم پانی پتی جناب لالہ انوپ چند صاحب آفتاب پانی پتی کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، ادبی دُنیا میں ان کا نام نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ سے اُن کے تخلّص آفتاب کی طرح چمک

رہا ہے۔

حب الوطنی کو اُن کے کلام کی روحِ رواں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ "جذبات کی دُنیا" اور "حبِّ وطن" ہر دو مجموعہ کلام اُن کے قومی شاعر ہونے کی غمازی کرتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں جذبۂ وطن پرستی کا سمندر موجزن ہے۔

ان کے کلام میں خط و کاکل، گل و بلبل، عاشقِ ہجراں نصیب، وصل و فراق اور رقیبِ رُوسیاہ کی قدیم راہِ شاعری کے لئے کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، اس کی جگہ مزدور کی حسرت نصیب زندگی کے حالات، غریبوں کے دلِ دردمند کی آہ و فغاں، مظلوم کے شرربار نالے اُن کے قومی شاعر ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان کی سلیم فہم اور ذوقِ شعرگوئی کی پختگی نے دورِ حاضرہ کے حالات بھی نہایت خوبی سے نظم کئے ہیں۔

ہریانہ سرکار نے اُن کو راج کوی کی پدوی سے نواز کر انصاف سے کام لیا ہے۔ جس کے وہ مستحق تھے۔

انہوں نے حاکمانِ وقت کو بے خوف و خطر للکارا ہے۔ اور ان کے ظلم و تشدد، رشوت ستانی اور غلط روی جیسی لعنتوں سے دور رہ کر آزادیٔ وطن کو برقرار رکھنے کے لئے متحد ہو کر تعمیری کام کا مشورہ بہت خوب انداز میں دیا ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں:-

اک طرف ایثار و قربانی، مصیبت، رنج و غم
اک طرف زورِ حکومت عیش و عشرت مال و زر

وہ ترقی کیا ترقی ہے کہ جس کے دور میں
شامِ ظلمت آ گئی اور مٹ گیا نورِ سحر
سچ اگر پوچھو تو میں کر دوں حقیقت آشکار
ظلم پر پابندی ہے نقلی سرفروشوں نے مگر
یاد رکھ خونِ شہیداں رنگ لائے گا ضرور
آفتابِ بخت ہوگا ہندیوں کا جلوہ گر

اور پھر فرماتے ہیں:-

ہو تقرر جن کا جنتا کی حفاظت کے لئے
کر رہے ہیں ظلم کے بیداد کے خنجر سے وار
چور اور ڈاکو جہاں آزاد آتے ہوں نظر
بندھ گیا ہو آنکھ سے مظلوم کی اشکوں کا تار
بھوک اور افلاس سے جنتا کے دل بےچین ہوں
اہلکاروں نے مچا رکھی ہو اکثر لوٹ مار
رہبرانِ قوم کی صورت میں ہوں رہزن نہاں
سائنس گن کر موت کا گرتا ہو انساں انتظار
دیوتاؤں کی حکومت میں اگر یہ حال ہو!
رہ نہیں سکتا کبھی قائم حکومت کا وقار

ایک نظم کا یہ بند بھی قابلِ داد ہے:-

آج بھی لوٹ کی ہر سمت ہے بلوائے رواں
خونِ بشر کا ہوا پانی کی طرح سے ارزاں
رنج کا ظلم کا مصیبت کا ہے برپا طوفاں

یعنی گردابِ مصائب میں ہے اب تک انساں
زندگی قوم کی دشوار بنی جاتی ہے
ٹیکس پر ٹیکس کی بھرمار نظر آتی ہے

اسی طرح سارے کلام میں قوم کو ایک زندگی بخش پیغام دیا گیا ہے، رہنماؤں کو خدمتِ وطن کے لئے صحیح راستے پر گامزن ہونے کی ترغیب موجود ہے اور باہمی اتحاد پر زور دیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ؏

اُن کے دل میں کس قدر اپنے وطن سے پیار ہے

اکمل ۱۱ر اپریل ۱۹۶۷ء

قبلہ آفتاب صاحب سے متعلق چند باتیں

از چودھری پنڈیداس کپور حافظ آبادی

پُر جوش و پُر اثر ہے سخن آفتاب کا
لفظوں میں زلزلہ ہے بھرا انقلاب کا (شررؔ دہلوی)

آفتاب کا پہلا اچھا شعر:- آفتاب صاحب نے جو سب سے پہلے اچھا شعر کہا تھا وہ جذبات کی دُنیا کا حسبِ ذیل شعر ہے:- ؎

اے مرے مالک تری تعریف ہو کیونکر بیاں
وصف بےحد ہیں ترے محدود ہے میری زباں

عموماً جو چیز محدود ہوتی ہے، اس کے اوصاف محدود ہوتے ہیں۔ اور لامحدود شئے کے اوصاف لامحدود ہوا کرتے ہیں۔ اس فلسفانہ خیال کو زبردست

دلیل کے ساتھ عام فہم زبان کے صرف ایک شعر میں رقم کرنا کتنا مشکل ہے
اور وہ بھی پندرہ سولہ سال کی عمر میں :

متروکات :- اُردو شاعری میں کثرت سے غیر ملکی خیالات کی فراوانی نظر آتی ہے،
جس سے ہندوستانی ہندو شاعر بھی اپنا دامن نہ بچا سکے، مثلاً ہندو کو کافر،
ہندو دھرم کو کفر، شوالوں کو بت کدے، دیو مورتی کو بت وغیرہ لکھا ہوا ہندو
شاعروں کے کلام میں بھی کافی ملے گا۔ بھلا ہو سلیم صاحب کا، آپ نے آفتاب
صاحب کو ہدایت کی، کہ آپ ایسی غیر فطری چیزوں سے پرہیز کریں، آفتاب صاحب
نے ہدایت مذکور پر عمل کیا۔ بدیں وجہ محروم صاحب نے ایک خط میں یہ لکھا تھا کہ
آفتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کلام کو غیر ملکی خیالات
کی زنجیروں سے آزاد کر لیا ہے :

خوشامد :- آپ نے زندگی بھر اپنی ضمیر کا خون نہیں کیا۔ پہلے انگریز حکومت کو للکارتے
رہے ملک آزاد ہونے پر اپنی حکومت کی بد عنوانیوں کے خلاف تیزی اور بے خوفی
کے ساتھ قلم کو حرکت دیتے رہے اور دے رہے ہیں۔

علمِ عروض :- یوں تو اُستاد نے فن شعر کے لطیف ترین امور سکھلائے تھے لیکن
پھر بھی آپ نے بہت سے علم عروض سے متعلق اہم مضامین کا گہرا مطالعہ
کیا۔

آفتاب کے شاگرد :- آپ سے بے شمار لوگوں نے اصلاحیں لیں، امر مذکور کے
باوجود آپ کے شاگرد صرف جوہر پانی پتی، گوہر پانی پتی اور جانباز ایم۔ اے
پانی پتی ہیں۔ جانباز کا کلام کتاب ہذا میں اُن کے مضمون کے آخر میں ملاحظہ
فرمائیں، جوہر کی قابلیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ گرام بھاونا
ایسے مشہور ہندی رسالہ کو آپ شان کے ساتھ ایڈیٹ کر رہے ہیں۔ گوہر صاحب

کی قابلیت بھی اُن کے شائع شدہ مضامین سے ظاہر ہے :

آفتاب کی اردو سے بے پناہ محبت اور اس کے لئے لاثانی قربانی :-
آپ نے تقریباً بیس پچیس سال پانی پت میں شاندار مشاعرے کرائے، جن کا
کُل خرچ خود برداشت کیا۔ ایک پیسہ بھی کسی سے طلب نہیں کیا :

آفتاب کی قومی شاعری :- اس کے متعلق صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ ہندوستان
کا بڑے سے بڑا ادیب اور شاعر آپ کو دل کھول کر داد دے چکا ہے :

آفتاب کی قلمی جنگ :- خواجہ غلام الحسنین صاحب اور قاضی اظہار الاسلام صاحب
اظہار وغیرہ سے برسوں رہی۔ آفتاب صاحب کو اس سلسلہ میں ہزارہا صفحات
لکھنے پڑے۔ آپ کی شہرہ آفاق کتاب رسشی کا بول بالا اسی سلسلہ کی ایک
لاجواب کتاب ہے، جو کافی ضخیم ہے، جس کی زبردست تعریف ہندوستان
کی متعدد بہترین ہستیاں کر چکی ہیں۔
اظہار صاحب نے بھی پاکستان جا کر آفتاب صاحب کی تعریف میں اپنے قلم کا
زور ختم کر دیا تھا۔

آفتاب کے بڑے دشمن اظہار صاحب کے مراسلہ کے چند الفاظ :-
۱۔ کاش! آپ میرے اِن مخلصانہ دردمندانہ اور جذباتی کلمات کی غلط
تاویل نہ کریں۔ مَیں خدا کو گواہ کر کے آپ کو یقین دلاتا ہوں، کہ مَیں اس
خط میں جو کچھ لکھ رہا ہوں۔ اس میں خلوصِ قلب کے سوا کسی ریا
کسی استہزا یا کسی مبالغہ کو دخل نہیں :
۲۔ ایک حقیقت کو مَیں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جب بھی دل میں
وطن کی محبت کا دریا اُمنڈتا ہے۔ تو اس کے کسی ساحل پر آپ ضرور
نظر آتے ہیں، بخدا اپنے دل کی سچی کیفیت سنا رہا ہوں، کہ وطن

کی یاد کے ساتھ آپ کا وجود گویا میرے لئے لازم وملزوم سا ہو گیا ہے، شائد آپ فرمائیں کہ اگر یہ سچ ہے تو یقیناً کسی اچھے پہلو میں تو میری یاد نہ ہوگی .... سچ ہے ایسا نہیں۔ آپ مجھے خضر کی صورت میں ہی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ دراصل میں آپ کو نہایت واجب الاحترام، نیک دل اور بزرگ خصلت انسان سمجھتا ہوں، کیونکہ میرے نزدیک ہر وہ انسان جو اپنی قوم، اپنے وطن، اپنے مذہب اور اپنے بزرگوں کی عزت کا نگہبان ہو، جو ان کے لئے اپنی جان، مال، عزت، آبرو کو پسِ پشت ڈال کر مجنونانہ جذبے کے ساتھ ...... سینہ سپر ہو سکتا ہے، ہر صورت میں قابلِ احترام ہے، اس لئے میں آپ کو قابلِ احترام اور قابلِ اعتماد، قول و فعل کا پابند اور وضع دار انسان سمجھتا ہوں۔

آفتاب صاحب کی اصلاحیں: ۔ آپ کلام کی اصلاح کرتے ہوئے شعر میں صرف ایک آدھ لفظ بدل لیتے ہیں۔ اگر شعر کا ایک آدھ لفظ کی تبدیلی سے درست ہونا ممکن نہ ہو تو شاگرد سے دوبارہ شعر لکھوا لیتے ہیں، تا کہ اس کی مشق میں اضافہ ہو اور اُسے اُستاد کے زیادہ سہارے کی ضرورت نہ رہے۔

آفتاب صاحب کی تصانیف: ۔ جلوۂ آفتاب، خیالاتِ آفتاب، زخمِ وطن، جوشِ وطن، آفتابِ وطن، قومی تلوار، جذباتِ آفتاب، حبِّ وطن، شمشیرِ وطن، غمِ روشن، یہ منظوم کتب ہیں۔ آپ کی نثری تصانیف کافی ہیں۔ جن میں رشتی کا بول بالا، ڈرامہ ستی انجنا، ہندوستانی سورما، قومی آگ خاص طور سے قابلِ ذکر اور قابلِ مطالعہ ہیں۔

آفتاب اور غزل: ۔ آپ نے غزلیں بھی کہی ہیں۔ لیکن نظم کی نسبت بہت کم، مگر ان میں بھی وہی سوز و گداز ہے جو آپ کی نظم میں ہے بطور ثبوت غزلوں کے

چند اشعار حسبِ ذیل ہیں :-

خطر ہے ٹوٹ جائے بند شائد غم کے دریا کا
بہت ضبط و سکوں کے بعد کھولی ہے زباں ہم نے

دیکھنا ٹکڑے نہ اُڑ جائیں تنِ مغموم کے
غرق ہیں تاثیر میں نالے دلِ مظلوم کے

قاتل ترے خنجر سے کہیں وہ نہ بگڑ جائے
جو دل میں نہاں رہتی ہے تصویر کسی کی

اُسے معلوم ہو کس بیقراری میں ہے جاں میری
میری آنکھوں سے دیکھے گر کوئی بیتابیاں میری
زباں چپ ہے تو ہونے دو مری رگ رگ میں نالے ہیں
ہزاروں محشروں سے کم نہیں خاموشیاں میری

بیقراری دل میں اتنی ہے کہ بعد مرگ بھی
حشر تک تڑپے گی میری لاش دفنائی ہوئی
اے حسینانِ جہاں آغوشِ اُلفت کھول دو
روح پھرتی ہے کسی عاشق کی گھبرائی ہوئی

خدا کو بھی کھلونا تو سمجھ بیٹھا ہے اے زاہد
حرم میں دیر میں نام خدا سے کھیلنے والے
فسادو شر کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں کیا ناداں
ہوا کا رُخ سمجھتے ہیں ہوا سے کھیلنے والے

آفتاب صاحب کا قول ہے

غزل غزل وہ کہاں ہے وہ نظم نظم کہاں
تڑپ نہ جائے جسے سُن کے حضرتِ انساں

بنیدی داس کپور حافظ آبادی
۲۱ اپریل ۱۹۶۷ء

آفتابِ سخن جنابِ آفتاب پانی پتی

جناب ضیا صاحب صدرِ بزمِ ادب شکور بستی دہلی

دُنیائے سخن میں عالی جناب آفتاب پانی پتی اپنی بے لوث قومی
خدمت وجذبۂ ایثار کی بنا پر کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ کے
دل میں حُبّ الوطنی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اُور مادرِ وطن کے تئیں
آپ کی بے پناہ عقیدت آپ کے کلام میں جابجا نظر آتی ہے۔ اہلِ وطن
کو خدمتِ قوم ووطن کی ترغیب دے کر اُن میں جوشِ حمیّت بیدار کرنا
اُور قوم پر قربان ہونے کا جذبہ پیدا کرنا آپ کی زندگی کا نصب العین ہے،
آپ کا کلام مُردہ دلوں میں نئی روح پھونکنے اُور غدّارانِ وطن کی دماغی
اصلاح کرنے میں معاون ثابت ہوا ہے، خود اعتمادی وصدق دلی کی صفاتِ
حسنہ کی بنا پر سچ کو سچ اُور جھوٹ کو جھوٹ کہنا آپ کا شیوہ ہے،
نافرض شناس اُور بے انصاف حاکمانِ وقت کو ببانگِ دہل فرض شناسی کے
لئے للکارنا آپ کی بے خوف جرأت کا زندہ ثبوت ہے، ہندی جانبازوں
کے حوصلے بلند کرنا آپ نے اپنا فرضِ اوّلین گردانا ہے، آپ نے ادبی
خدمات کے ساتھ ساتھ قابلِ ستائش قومی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جس
کے سلئے قوم آپ پر بجا فخر کر سکتی ہے۔

آپ کی شخصیت، بلند چلن، سادگی، دلیش پیار، خلوص، یگانگی اُور
حقیقت بیانی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ آپ نے گُل وبلبل کی شاعری
کو اپنے نزدیک تک نہیں پھٹکنے دیا۔ آپ نہایت زندہ دل، فرشتہ
سیرت، خوش خلق اُور مہمان نواز بزرگ ہیں، جنہوں نے پانی پت کی

تاریخی اُور ادبی زمین کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپکو پانی پت کے ادب کی
جان اُور اُردو ادب کی روح رواں کہنا مبالغہ سے بالاتر ہے چونکہ
شعر کو خونِ جگر پلا کر شاعر اپنے دل کی گہرائیوں سے نکالتا ہے اس لئے
شاعر کی خصوصیات اُس میں نظر آتی ہیں۔ آفتابِ سخن کا کلام اس بات
کا شاہد ہے کہ وطن کے خستہ حالوں کی کیفیت آپ کے دل پر منقش
ہے۔ خستہ حالی کی تصویر جس خوبی کے ساتھ آپ اپنے کلام میں پیش
کرتے ہیں، حب الوطنی کا رنگ اُور مادرِ وطن سے والہانہ محبت کا
اندازِ فکر ملاحظہ ہو، اپنی ایک نظم "قومی ترانہ" میں فرماتے ہیں:۔

بدل کر رہے گا وطن کا مقدّر
ابھی سرفروشوں نے ٹھانی نہیں ہے
یہ مانا کہ دُنیا کی ہر شے ہے فانی
مگر مادرِ ہند فانی نہیں ہے

ایک اُور جگہ اپنے کلام میں وطن کے مظلوم غمخواروں اُور نااہل اصحابِ
اقتدار کا نقشہ جس انداز سے کھینچتے ہیں اُس کے تیور دیکھئے۔

مظلوم ہیں بیکس ہیں جو غمخوارِ وطن ہیں
مکّار و دغاباز ہیں قسمت کے سکندر
جن کو نہ سروکار تھا کچھ قوم ووطن سے
وہ آج نظر آنے لگے قوم کے لیڈر

اُردو ادب کی خدمت آپ نے تن، من، دھن سے کی ہے، خصوصاً
حُبّ الوطنی کا اندازِ فکر آپ ہی کا حصّہ ہے، ہمیں قوی اُمید ہے کہ
جب اعلےٰ مورّخ وطن کا اتہاس سپردِ قلم کریں گے تو دورِ حاضرہ کے
قومی شعرا میں آفتابِ سخن کا مقام آفتابِ عالم کی مانند صفحۂ قرطاس پر
درخشاں رہے گا اُور آئندہ نسلوں کے لئے شمعِ ہدایت کا کام
دے گا۔

ممتاز الشعرا جناب مفتوںؔ صاحب کوٹوی

"جذبات کی دُنیا" لالہ انوپ چند آفتاب پانی پتی کی قومی، ملکی،
مجلسی، مذہبی، سیاسی اُور ادبی ولولہ انگیز نظموں کا لاجواب مجموعہ
ہے۔ اس پر اُردو کے مختلف دیدہ وروں کی رائیں درج کی ہیں' جن
میں مُصنّف کی زبان و بیاں کی تعریفیں درج ہیں، پرارتھنا سے اس
مجموعہ کی ابتدا ہوتی ہے' پھر سری کرشن جی سے متعلق نظمیں ہیں، نغمۂ روح
دان، برکرن کا سنہری کارنامہ، ترانۂ معرفت، کرشن جنم، بھگوان کرشن
سے الم انگیز فریاد، شردھا کے پھول، دروپدی چیر ہرن، پریم اوتار
بھگوان کرشن سے پُر درد فریاد' یہ عنوانات ہیں ان نظموں کے جو
سری کرشن جی سے نسبت رکھتی ہیں۔ پھر رام چندر جی سے تعلق
رکھنے والی نظمیں ہیں' بھیلنی کے بیر، دیپ مالا، رامائن، جذبات
وطن کے تحت ملکی و وطنی نظمیں درج ہیں، جن کے مختلف عنوانات
ہیں۔ ہر نظم حب الوطنی اُور ملک دوستی کے جذبات سے مالا مال ہے
اسی ضمن میں ہمارے ملک کے متعدد رہنماؤں پر بھی نظمیں ہیں، مہاتما گاندھی
سری سبھاش چندر بوس، پنڈت جواہر لال اُور غداران وطن، شہید اعظم
سردار بھگت سنگھ، کچھ شعرا کی وفات پر بھی پُر درد نظمیں درج ہیں'
جو شاعر کے خلوص و درد، خوش عقیدتی و دلی وابستگی کی ترجمان ہیں'
افتخار الشعرا منشی مہاراج بہادر برقؔ، علامہ پنڈت برجموہن دتاتریہ
کیفی کی وفات حسرت آیات، اسی قسم کی نظمیں ہیں۔ سیلاب اشک کے
تحت دیگر نظمیں ہیں۔ جن میں عشقیہ بھی ہیں، افسانی بھی، جذباتی بھی،

یہ ظاہری تعارف ترجمانی کر رہا ہے کہ شاعر نے اُردو
اور ادبی بھی! ...... کی خدمت گزاری میں اپنے دل و دماغ کا نچوڑ پیش کیا ہے' اپنے
مذہب و مسلک سے اسے آگاہی بخشی ہے' اپنے سیاسی تاثرات اُور
اپنے وطنی جذبات سے اسے سنوارا ہے' حیات و کائنات کے یہ
مسائل ظاہر و باطن کے یہ مشاہدات و محسوسات' عشق و حسن کے جذبات
و کیفیات سب کچھ بارگاہِ اُردو میں نذر کر کے اپنی قادر الکلامی، زور
بیانی اُور سحر طرازی کا سکہ بٹھایا ہے اُور اپنے لئے خلعتِ
جاودانی حاصل کیا ہے۔

رہنمائے تعلیم اپریل ۱۹۶۶ء

اثرِ خامہ نادرِ بے مثال فخرِ مدیران اخبارات جناب مولانا محمدؐ عثمان صاحب

چیف اڈیٹر اخبار الجمعیتہ روزنامہ دہلی

نوٹ :- ادبی دُنیا میں آپ کے تبصرے اہم ترین سمجھے جاتے ہیں' آپ
پُرانے زمانے کے قوم پرست مسلمان بزرگ ہیں جو نہ صرف بہت بڑے ادیب' مفکر
ہیں بلکہ اُردو زبان اُور شعر و سخن کے خاص ماہرین میں سے ہیں۔ آپ کے دلی جذبات
ملاحظہ ہوں :-

رپنڈی داس کپور حافظ آبادی

حُبِ وطن :- جناب آفتاب پانی پتی جنہیں جناب سلیم مرحوم پانی پتی
کی یادگار کہا جاتا ہے' ہندوستان کے مشہور نغز گو شاعر ہیں، زیر تبصرہ
کتاب آپ کی ولولہ انگیز، حیات افروز اُور ہنگامہ آفریں قومی نظموں
اُور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ میں قومی، ملکی، مذہبی، سیاسی
اُور ادبی نظموں کو یکجا کر دیا گیا ہے، ہر نظم حبِ وطن کے

جذبات اور پیغام کی حامل ہے، بقول علامہ کیفی (دہلوی) آفتاب صاحب کے اشعار نہیں بلکہ دل کے خوں ریز ٹکڑے ہیں، جو انہوں نے صفحۂ قرطاس پر رکھ دیئے ہیں اور اکثر اشعار ایسے ہیں، جنہیں پڑھ کر انسان کا دل ایک بار تو ضرور ہی تڑپ اٹھتا ہے اور آنکھیں نم آلود ہو جاتی ہیں، یا بقول حضرتِ بیخود دہلوی (جانشینِ داغ) صفائیِ بیاں، لطافت، ادائے مطالب غرض ہر چیز خوب تر ہے، کیوں نہ ہو، درد والے دل ہی ایسے شعر کہا کرتے ہیں۔

غرض آفتاب صاحب کے کلام میں ادیبانہ فن کاری کے ساتھ ایک تڑپ بھی موجود ہے اور ساتھ ہی سوز و گداز کی کیفیت بھی نمایاں ہے۔ ملاحظہ ہو:

جہاں کے ذرّے بھی اُلفت کے مہر تاباں تھے
اُسی وطن میں محبّت کا کال دیکھا ہے

جہاں ہندی کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اُن کی نشست میں کمال کر دکھایا ہے۔

۱۳ مارچ ۱۹۶۰ء سنڈے ایڈیشن
الجمعیتہ دہلی

آفتاب صاحب اور بابائے اُردو علامہ کیفی دہلوی

پانی پت کی اہمیت تاریخ میں تو مسلم ہے ہی، کہ اس کے میدان کئی بار ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس کی مٹی ادبی حیثیت سے بھی مردم خیز رہی ہے۔ اگر خواجہ حالی اور مولانا سلیم کے ناموں سے پانی پت کا نام چمکا،

اور سورج چاند کی مانند چمکا، تو بابو الوپ چند آفتاب نے بھی پانی پت کے ادبی افق کو چمکا رکھا ہے، خالقِ برحق اس ستارے کی چمک دمک میں روز افزوں ترقی کرے۔

ان کے کلام کی خصوصیت، سادگی، سلاست اور تاثیر ہے، تصنع، بلند آہنگی اور خود نمائی سے ان کا کلام پاک ہے، چونکہ ہر بات دل سے نکلتی ہے اس لیے تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے ...... یہ اپنے رنگ کے صاحبِ طرز ہیں،

ابھی ہندوستان کے دن بھلے آئے نہیں شاید
کہ میں لڑتے ہوئے ہندو مسلماں دیکھ لیتا ہوں

ان دلِ خوں کرنے والے حادثوں کے باوجود مایوسی کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے، ملاحظہ ہو:

اگر دل میں سوزِ نہانی نہیں ہے کسی کام کی زندگانی نہیں ہے
یہ مانا کہ دنیا کی ہر شے ہے فانی مگر مادرِ ہند فانی نہیں ہے

آفتاب کی شاعری کا پیغام ان اشعار سے اخذ کیا جا سکتا ہے

پردہ ہے جو نفاق کا قوموں کے درمیاں
اے سر فروشِ قوم اُسے تار تار کر
نفرت کسی بشر سے بھی کرنا نہیں روا
انسان ہے تو سارے زمانے سے پیار کر

دیر و حرم کی خاک عبث چھانتا ہے تو
خاکِ وطن کے ذرّوں میں جلوے خدا کے دیکھ
ہو جائے گی نصیب تجھے عمرِ جاوداں

عشقِ وطن کی راہ میں خود کو مٹا کے دیکھ

خود پرست اور مطلب پرست کچھ ہی اعتقاد رکھتے ہوں، لیکن وطن پرست کا اعتقاد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

ع وہ آدمی نہیں مٹی کا ایک پتلا ہے
کہ جس کے سینے میں دردِ وطن نہیں رہتا

آفتاب صاحب کا اکثر و بیشتر کلام اسی طرز کا ہے، جس کے کچھ نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ میں اس طرز کو شاعری کے بہترین اشغال میں سمجھتا ہوں۔ بات جو کہتے ہیں، کلام کی ہوتی ہے اگر کہتے دلاویز طریقے سے ہیں۔

اس سے ہمارے ادب کا دامن اور بھی فراخ ہو گیا ہے۔

ع کچھ نکل جاتی ہیں دل کی حسرتیں اے آفتاب
پھوٹتے ہیں آبلے دل کے جو نوکِ نشتر سے

ع دل ہی میں رہنے دیجئے جو دل کا راز ہے
رنج والم کا میرے فسانہ دراز ہے

ع عزمِ راسخ ہو اگر انسان کا اے آفتاب
مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں دشواری کے بعد

کیا صاف صاف اور لاگ لپیٹ کے بغیر کہتے ہیں۔ شعر ہیں کہ جذبات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ع

دلوں میں اگر جوشِ غیرت نہیں ہے
جہاں کو تمہاری ضرورت نہیں ہے

وہ قومیں زمانے میں مٹ کر رہیں گی!
کہ جن کے دلوں میں محبت نہیں ہے

جذباتِ سلیم کو اکسانا، احساسات میں حرکت پیدا کرنا، افعالِ مستحسن اور فرائض کی ترغیب دلانا، ایسے ہی اوصاف قومی شاعری کے جوہر ہیں جو آفتاب صاحب کے کلام میں بدرجۂ احسن پائے جاتے ہیں۔

جوشِ وطن صفحہ ۴ — برج موہن دتاتریہ کیفی

فطرت نگار و بے مثال نثار ڈاکٹر امر داس صاحب بھاٹیہ

روزنامہ ترجمان لدھیانہ کا دردناک و انتہائی موثر مضمون

مطبوعہ اخبار ترجمان یکم ستمبر ۱۹۶۴ء

آفتاب کے نام سے کون واقف نہیں۔ آپ کی شخصیت قومی شعرا میں اس وقت واقعی آفتاب کی ہے۔ ناظرین ترجمان میں روزانہ ان کا کلام ملاحظہ فرماتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے جذبات اور آپ کا کلام حب الوطنی سے پر ہیں۔ یہ مجموعہ آفتاب صاحب کی ان نظموں کا ہے، جو آپ نے آفتابِ ہند شری جواہر لال نہرو کی وفات حسرت آیات سے متاثر ہو کر نظم کیں۔ اس موت سے آپ کے دل پر چوٹ لگی، مجموعہ اس چوٹ کا الفاظی عکس ہے

یاد میں کس کی سینکڑوں دل پر درد و آلام کے چلے نشتر
کس کی فرقت کے زخم کھائے ہیں کس کا ماتم بپا ہوا گھر گھر

آگے چل کر آپ بھارت کی حالتِ زار بیان کرتے ہوئے اپنے محبوب

نیتا سے سوال کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں تو کہاں جانے لگا ہے۔

رشوتیں ہیں پگڑیاں ہیں چور بازاری بھی ہے
مچ رہی ہے چارسو ہندوستاں میں لوٹ مار
ایسے نازک وقت میں جانے لگا ہے تو کہاں
رو رہا ہے بچّہ بچّہ قوم کا زار و قطار

لیکن جواہر شاعر کی آواز پر دھیان نہ دیتے ہوئے اپنے سفر پر چل دیئے، تو شاعر تڑپ اٹھتا ہے اور کراہتا ہے

اے جواہر لال تیری موت نے تڑپا دیا
دل پہ ہر انسان کے اک غم کا نشتر چل گیا
جب خبر وحشت اثر پھیلی جہاں میں چارسو
سنگدل سے سنگدل انسان بھی رونے لگا

نیتاجی دیتے ہیں تو جاتے جاتے شاعر اُن سے سوال بھی کر دیتا ہے کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ملک کا کام کیونکر پورا ہوگا۔ اور تم جس مشن کو ادھورا چھوڑ کر چل دیئے ہو، اس کی تکمیل کون کرے گا۔

وطن کو نیم بسمل چھوڑ کر جاتا ہے تو لیکن
کرے گا ملک میں اب کون تیرا کام اے نہرو
ابھی تو ملک کو آزاد کرنا تھا مصیبت سے
کہاں کرنے لگا ہے آج تو آرام اے نہرو

لیکن شاعر ابھی مایوس نہیں ہوا اور آواگون میں یقین رکھتا ہے، اور اپنے محبوب نیتا سے پھر جنم کی پرارتھنا کرتے ہوئے کہتا ہے،

بدل کر پیرہن اور جوش لے کر دل میں الفت کا
وطن میں آ کے پھر فکر و مصیبت ٹال اے نہرو
پریشاں آفتاب خستہ دل ہے دل میں رقت ہے
سنائے کس طرح قوم و وطن کا حال اے نہرو

آپ نہرو کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے شردھانجلی پیش کرتے ہیں

قیدِ اغیار سے شیروں کو بچایا جس نے
نوعِ آزاد کو آزاد کرایا جس نے
جڑیں بیداد غلامی کی ہلانے والا
مژدہ بھارت میں نئی زندگی لانے والا
آج وہ ہند کی آنکھوں کا سہارا نہ رہا
غم نصیبوں کے لئے کوئی سہارا نہ رہا

مزید شردھانجلی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

سامنے باطل کے کبھی جھک نہیں سکتا
وہ مردِ جری قوم کا سردار جواہر
انگد کا قدم بھیم کی بھیشم کی گدا تھا
کہتے ہیں جسے ہند کا خوددار جواہر
اے آفتاب اس دہر میں گو ہر ہیں ہزاروں
ہے بحرِ جہاں میں دُرِ شہوار جواہر

اس کے علاوہ مجموعہ میں چینی درندوں کو بھی للکارا گیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ ایک ایسا بے بہا مجموعہ ہے جو جواہرات سے تولنے کے لائق ہے اور ایک محبِ وطن کے لئے بہترین ٹانک حب الوطنی ہے۔

علامہ ڈاکٹر پرفیسر منوہر سہائے صاحب انور ایم اے، پی ایچ، ڈی

تلقینِ حریت ہے پیام آفتاب کا
پڑھتے ہیں خاص و عام کلام آفتاب کا

سحابِ سخن حضرت ابر احسنی صاحب

روشن نہ کیوں وطن میں ہو نام آفتاب کا
ملتے ہیں نقشِ حبِ وطن گام گام پر
اونچا بہت ہی قوم پرستی کا ہے چلن
مستی پھر اس کے سر سے وطن کی نہ جا سکے
یہ پیکرِ وفا ہیں محبت ہے ان کا دین

تابانیوں سے پُر ہے کلام آفتاب کا
مسعود ہے جہاں میں خرام آفتاب کا
اونچا نہ کس لئے ہو مقام آفتاب کا
پی لے جو کوئی ایک بھی جام آفتاب کا
ہے کتنا خوش نگاہ نظام آفتاب کا

خالی نہیں ہے فکرِ وطن سے کوئی بھی شعر
میں نے پڑھا ہے ابر کلام آفتاب کا

فخرِ وطن علامہ پنڈت موہن کشن صاحب در، امین گوالیاری (آگرہ)

میخانۂ ازل ہے نظام آفتاب کا
خدمت زبانِ نیتر کی ہے کام آفتاب کا
رہتا ہے آسماں پہ قیام آفتاب کا
روشن ہے آفتاب تو یوں ہر کہیں، مگر
یوں جشنِ آفتاب ہیں آیا ہے آفتاب
اشعارِ آفتاب کے بن کر شعاعِ مہر

صہبائے گُل کا جام ہے جام آفتاب کا
دیتا ہے درس اسی کا پیام آفتاب کا
اونچا ہے کُل جہاں میں مقام آفتاب کا
ہریانہ صوبہ میں ہوا نام آفتاب کا
آتا ہو جس طرح لبِ بام آفتاب کا
دے جائیں گے پیام و سلام آفتاب کا

تعریفِ آفتاب کے امین بند ہے ہیں پل
بنیاد ان کی خود ہے کلام آفتاب کا

از شاعرِ خوش کلام پروفیسر بخشی اختر امرتسری یادگار حضرت رونق دہلوی

لالہ الوپ چند ہے نام آفتاب کا
شاگردِ شاعری میں ہیں حضرت سلیم کے
دنیائے نظم و نثر میں ہے دسترس تمام
قوم و وطن کے حالِ زبوں کا ہے آئینہ
ہے اُلفتِ وطن کی جھلک شعر شعر میں
صدیوں رہے گا اہلِ جہاں کی زبان پر

ہے شہرہ مانی ہیت میں قیام آفتاب کا
چمکا انہیں کے فیض سے نام آفتاب کا
ہر عالمِ خیال ہے رام آفتاب کا
آہ و فغانِ دل ہے پیام آفتاب کا
حبِ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا
ہے حاملِ دوام کلام آفتاب کا

اختر ملا ہے "راج کوی" کا خطاب اب
کتنا ہوا بلند مقام آفتاب کا

ممتاز الشعرا مہاشہ جے منی سرشار

کیوں کر نہ ہر زباں پہ ہو نام آفتاب کا
پُر ہے شرابِ عشق سے جام آفتاب کا
مدت سے دے رہے ہیں یہ دادِ سخن وری
عرصہ سے سُن رہے ہیں کلام آفتاب کا
ہوتی اگر نہ اُن کو محبت عوام سے
کرتے یہ احترام عوام آفتاب کا؟
اپنی مثال آپ ہے اپنی نظیر آپ

انداز فکر و طنزِ کلام آفتاب کا

ہو کیوں نہ اُس کے سامنے ظلمت کا رنگ زرد
تنویرِ صبحِ نو ہے پیام آفتاب کا

توقیر اُس کی لعل و جواہر سے کم نہیں
جس ذرّے پر ہے نقشِ دوام آفتاب کا

سرشار جب تک اہلِ سخن ہیں جہان میں
لب پر رہے گا ذکر مدام آفتاب کا

مسٹر ہمایاں جاوید وششٹ اُردو دِلّی کالج

ظلمت شکن ہے لطفِ خرام آفتاب کا
کیا ضو فگن ہے نقشِ دوام آفتاب کا

ہر مانے کا ہے راج کوی بھی انوپ چند
روشن ہے نورِ شعر سے نام آفتاب کا

انسان دوستی بھی وطن دوستی کے ساتھ
کلمہ پڑھے ہے دیش تمام آفتاب کا

امرت کی بوند، پھول کی پتّی، کلی کا دِل
سرچشمۂ حیات کلام آفتاب کا

اہلِ حرم جو خوش ہیں تو راضی ہیں اہلِ دیر
اللہ آفتاب کا، رام آفتاب کا

خاکِ وطن کو دی ہے چمک آفتاب نے
ہر ذرّے سے ملے گا پیام آفتاب کا

چھو لے گا کون عشقِ مکمل کی زندگی
روشن رہے گا ماہِ تمام آفتاب کا

کوئی مٹا سکے گا نہ اخلاص کا نشاں
باقی رہے گا نقشِ دوام آفتاب کا

جاوید یہ دُعائے دلی ہے کہ تا ابد
لبریز رنگ و بُو رہے جام آفتاب کا

پُرانے محبِّ وطن شاعر جناب خزان چند صاحب بسیم

نورِ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا
تابندہ جس نے کر دیا نام آفتاب کا

سُن کر حیات بخش پیام آفتاب کا
جانباز ہو گیا ہے غلام آفتاب کا

زہرہ ہو، مشتری ہو، عطارد ہو یا قمر
ان سب سے ہے بلند مقام آفتاب کا

کیونکر ملائے آنکھ کبھی آفتاب سے
محتاج ہو کے ماہِ تمام آفتاب کا

اہلِ نظر کا فرض تو ہے کسبِ رنگ و نور
تخلیقِ رنگ و نور ہے کام آفتاب کا

چھینا ہوا ہے ساقیٔ دوراں کے ہاتھ سے
پھر کیوں نہ زرنگار ہو جام آفتاب کا

گرمی تو نام کو نہیں اس کے مزاج میں
از روئے نور اسے ملا نام آفتاب کا

خلدِ نظر ہے آج بھی واللہ اے بسیم
دلّی میں چند روزہ قیام آفتاب کا

افسر الشعرا افسر آذری سرپرست بزم ادب شکور بستی

ذرّوں سے ہے سلام و پیام آفتاب کا
روشن اسی لئے تو ہے نام آفتاب کا

کیوں ہے مرے خیال پہ گنگ و جمن کی قید
جب موج موج میں ہے خرام آفتاب کا

بخشا ہے کائنات کو نور آفریں لباس
ہے کس قدر عجیب یہ کام آفتاب کا

غنچہ ہے، برگِ گُل ہے کہ شاخِ صنوبریں
پتّی ہے پھول ہے کہ کلام آفتاب کا

رکھتا ہے اپنے آپ میں لاکھوں تجلیاں
بے نام بے ستون یہ بام آفتاب کا

عرضِ جنوں ہے عقل ستائش پسند سے
ہر زاویے سے دیکھ مقام آفتاب کا

افسر مبالغے کی نہیں بات یہ کوئی
سرمایۂ وطن ہے کلام آفتاب کا

شاعرِ باکمال جناب آتش بہاول پوری ایڈیٹر اخبار پیغام سونی پت

کیوں نقش ہو نہ اہلِ وطن کے قلوب پر — حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا

بانی ہے ملک و قوم نے اس سے حیاتِ نو — پیغامِ زندگی ہے پیام آفتاب کا

سچ ہے کہ اہلِ علم و ادب کی نگاہ میں — اونچا ہے عرش سے بھی مقام آفتاب کا

جھکتا ہے خود بخود میرا سر احترام سے — جب میرے لب پہ آتا ہے نام آفتاب کا

ملتی ہے اس سے مستیٔ مہر و وفا ہمیں
جامِ مئے خلوص ہے جام آفتاب کا

از شاعرِ رومان جناب چرخ چنیوٹی

صدق و صفا کا جام ہے جام آفتاب کا — رندوں میں ہے بلند مقام آفتاب کا

ظلمت عناد و بغض کی چھٹتی چلی گئی — پھیلا کرن کرن جو کلام آفتاب کا

مہکا ہوا ہے پیار کے پھولوں سے باغِ شعر — خوشبو لُٹا رہا ہے کلام آفتاب کا

تہذیب کیوں نہ قوم کی تابندہ تر رہے — ہر سُو ضیا فگن ہے پیام آفتاب کا

نغمہ ہو یا غزل ہو کوئی گیت ہو کہ نظم — ہے نقش نقش، نقشِ دوام آفتاب کا

جنگ و جدل کے شہر میں انہاس کیخلاف — دینا پیامِ امن ہے کام آفتاب کا

سچ پوچھئے تو چرخ یہ معمارِ قوم ہیں
ہر لوحِ دل پہ ثبت ہے نام آفتاب کا

شاعرِ شباب محبِّ وطن جناب فلک مظفر نگری

درمانِ بیکساں ہے پیام آفتاب کا — ہے قوم کی زبان پہ نام آفتاب کا

ہر ایک لفظ اے فلک اسکا گواہ ہے — "حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا"

پھیلا رہا ہے تیرہ فضاؤں میں روشنی — ہر قلب میں ہے آج قیام آفتاب کا

گو لاکھ انقلاب سرِ بزم آ چکے — اپنی جگہ ہے پھر بھی مقام آفتاب کا

آئینہ دارِ نور ہے دلِ آفتاب کا — حرص و ہوس سے دور ہے دلِ آفتاب کا

اے اہلِ بزم، حق کی نگاہوں سے دیکھئے — سرچشمۂ شعور ہے دل آفتاب کا

دردِ وطن سے پُر ہے حیات آفتاب کی — سرمایۂ وقار ہے ذات آفتاب کی

ہر اک قدم پہ جان چھڑکتے ہیں دیمت سب — کتنی وقیع بات ہے بات آفتاب کی

شاعرِ پختہ کار جناب اکمل صاحب جالندھری

ہوتا اگر نہ پختہ کلام آفتاب کا — دُنیا میں کون جانتا نام آفتاب کا

اہلِ نظر کلام کی یہ دے رہے ہیں داد — ہے شاعروں میں خاص مقام آفتاب کا

طرزِ سخن سے پھونک دی مُردہ دلوں میں رُوح — یہ فیض ہے وطن پہ تمام آفتاب کا

دُنیا کے جنگ باز اسے غور سے سُنیں — اُن کیلئے ہے خاص پیام آفتاب کا

پیتے ہیں ایک شرط پہ رندانِ میکدہ — حُبِّ وطن کی مئے ہو تو جام آفتاب کا

پیشین گوئی حضرتِ اکمل کی ہے درست
چمکے گا آسمان پہ نام آفتاب کا

پنجاب کے بزرگ شاعر ممتاز الشعرا لالہ جگن ناتھ صاحب کمالؔ بی اے کرتارپوری

آئینہ دار مہر ہے نام آفتاب کا
اُور انعکاس نور کلام آفتاب کا

پانی پتی ہیں نام ہے لالہ انوپ چند
شعر و سخن کی جان ہے نام آفتاب کا

ہر لفظ آپ کا ہے کرن آفتاب کی
ہر شعر پُر سرور ہے جام آفتاب کا

دیکھے کوئی زبان و بیاں کی لطافتیں
سمجھے کوئی یہ فیض دوام آفتاب کا

ہوتی ہے اُن کی رات بھی روشن تر از سحر
لیتے ہیں نام جو سر شام آفتاب کا

اب تک نگاہ قدر بھی پہنچی نہیں وہاں
کس درجہ ہے بلند مقام آفتاب کا

انعام عاشق آن وطن ہے پیمبری
الہام ہے کمالؔ کلام آفتاب کا

ماہر عروض شاعر فطرت نگار حضرت عروجؔ زیدی صاحب

کوئی ڈھکا چھپا نہیں کام آفتاب کا
دُنیا سمجھ رہی ہے مقام آفتاب کا

جذبہ وہ جس سے ہِل گئی بنیاد قصر جور
حُبِّ وطن کا درس، کلام آفتاب کا

سرکار اُور خدمت شعری کا اعتراف
کچھ اُور بھی چمک گیا نام آفتاب کا

آئینۂ خلوص یہ مصرع ہے اے عروجؔ
روشن ہے لاکلام، کلام آفتاب کا

افتخار الشعرا غلام معین الدین صاحب مفتونؔ کوٹوی کوٹہ (راجستھان)

اللہ رے بلند مقام آفتاب کا
آتا ہے اب فلک سے سلام آفتاب کا

بے دست و پا ہوا ہے کلام آفتاب کا
ہے مثل آفتاب [illegible] آفتاب کا

ہر اہل حال و قال ہے مسرور انبساط
پُر ہے شراب عشق سے جام آفتاب کا

روشن فضائے شعر ہے نور خیال سے
ہر ذرّۂ ادب ہے غلام آفتاب کا

جلوے زمیں پہ کھینچ لئے آفتاب نے
اونچا رکھا تھا چرخ نے بام آفتاب کا

آیا پسند مطلع انوار کی طرح
سُورج نے خود بھی رکھ لیا نام آفتاب کا

ہر دائرہ قمر، کشش صرف کہکشاں
دُنیائے شعر میں ہے نظام آفتاب کا

تاریکئ حیات و خرد چھٹ گئی تمام
روشن ہے مثل مہر پیام آفتاب کا

جب سے قدم رکھا ہے یہاں آفتاب نے
آیا نہ پھر زمین پہ کام آفتاب کا

اشعار آفتاب میں ہے ذکر آفتاب
روشن رہے گا دہر میں نام آفتاب کا

میں ہوں کہ کر رہا ہوں نگاہوں کو پُر جمال
نام آفتاب کا ہے کلام آفتاب کا

مفتونؔ ہے میری نظم کا ہر شعر تاب دار
ضو پاش ہے ردیف میں نام آفتاب کا

شاعر شباب گیان چند صاحب منصورؔ پنجاب نیشنل بنک لمیٹڈ پانی پت

حبِّ وطن کا جام ہے، جام آفتاب کا
معمور نور مے سے ہے کلام آفتاب کا

بالا ہے ماہ و مہر سے شان آفتاب کی
اُونچا ہے عرش سے بھی مقام آفتاب کا

ہر مایہ ہی کو فخر نہیں آفتاب پر
روشن ہے سارے ہند میں نام آفتاب کا

مضمون جانفزا ہیں زباں ہے حیات بخش
اعجاز مستقل ہے کلام آفتاب کا

ہے عام فہم، خاص پسند ایک ایک شعر
دیوان بے بہا ہے تمام آفتاب کا

مُردہ دلوں کے حق میں ہے یہ روح زندگی
جذبہ نہیں ہے کوئی بھی خام آفتاب کا

منصورؔ! معتقد نہ ہو کیوں اک زمانہ آج
جاں بخش و دل فزا ہے پیام آفتاب کا

پنڈت جگدیش چندر شرما جوہرؔ پانی پتی

جذبات میں اک آگ لگائے نہ کس لئے؟ — حُبِّ وطن سے پُر ہے کلامِ آفتاب کا
پاکیزگی میں آپ ہی اپنی مثال ہے — نکھرا ہوا یہ حسنِ کلامِ آفتاب کا
تاریکیوں کو نور کے سانچے میں ڈھالنا — کیا شاندار کام ہے کام آفتاب کا
چوکھٹ پہ سر کسی کی جھکاتا نہیں ہوں میں — خود دار ہوں مگر ہوں غلام آفتاب کا

خاکِ وطن کے ذرّے کو جوہرؔ بنا دیا
اونچا نہ کس لئے ہو مقام آفتاب کا

حقیقت رقم جناب سُمنؔ سرحدی جائنٹ ایڈیٹر "ہند سندیش" دہلی

روشن سخنوروں میں ہے نام آفتاب کا — صد لائقِ عمل ہے پیام آفتاب کا
چکبستؔ کے کلام کی تازہ ہوئی ہے یاد — پُر درد و پُر اثر ہے کلام آفتاب کا
سرشار کیوں نہ ہوں مئے حبِّ وطن سے ہم — حبِّ وطن کا جام ہے جام آفتاب کا
ہے باعثِ نشاط کرن آفتاب کی — پیغامِ زندگی ہے پیام آفتاب کا

اک آفتاب عرش پہ روشن ہے اے سُمنؔ
اک فرش پر چمکتا ہے نام آفتاب کا

۳۴ شاعرِ فطرت نگار جناب اندرجیت چاولہ مغمومؔ دہلوی نائب صدر بزمِ ادب شکور بستی دہلی

واجب ہے احترام مدام آفتاب کا — دُنیائے شاعری کے امام آفتاب کا
اوجِ فلک نصیب ہوا فنِ شعر میں — ہے عرشِ شاعری پہ مقام آفتاب کا
سادہ، سلیس، برحق و برجستہ اور رواں — جذب و اثر سے پُر ہے کلام آفتاب کا

"جذباتِ آفتاب" کہ "حبِّ وطن" ہر ایک — پیغامِ زندگی ہے پیام آفتاب کا
حبِّ وطن کی شاعری قائم انہیں سے ہے — شعر و سخن کی جان ہے نام آفتاب کا
شاید جہانِ شعر میں پیدا ہوا انقلاب — جانباز بھی ہے ایک غلام آفتاب کا

شعر و سخن میں آج ہے مغمومؔ دیکھ لو
افضل تریں مقام، مقام آفتاب کا

جناب اندرجیت گاندھی صدر سنٹرل مجلسِ ادب دہلی

ہو کیوں نہ ہر زبان پہ، نام آفتاب کا — بالا ہے شاعروں میں مقام آفتاب کا
اک روح پھونکدی ہے جوانوں میں قوم کے — حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا
لازم ہے سارے مل کے چلیں راہِ عشق میں — اہلِ وطن کو ہے یہ پیام آفتاب کا
بیساختہ زبان پہ آتا ہے آج پھر — پائندہ تا ابد رہے نام آفتاب کا
چمکے گا آسمان پہ اب آفتابِ ہند — زندہ رہے گا نام مدام آفتاب کا

گاندھی کو خاص حسنِ عقیدت ہے آپ سے
یعنی یہ ہو چکا ہے غلام آفتاب کا

جناب کنولؔ ضیائی نائب صدر بزمِ جگر ڈیرہ دون

لایا ہے رنگ، رنگ تمام آفتاب کا — اک جامِ نور بن گیا جام آفتاب کا
تسلیم کر لیا ہے زمانے نے دوستو! — عالی وقار عالی مقام آفتاب کا
کتنا بلند شوق ہے کتنا بلند ذوق — اونچا ہے آفتاب سے نام آفتاب کا
اُٹھا قلم تو اُٹھا زمانے کے واسطے — دُنیا کے کام آ گیا کام آفتاب کا
یوں تو کئی ہیں اہلِ ہنر اے کنولؔ یہاں — لیکن الگ ہے رنگِ کلام آفتاب کا

جناب لکھمی چند صاحب گرور بی اے شاہد شاگرد بسمل

حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا — ہے بامِ شاعری پہ مقام آفتاب کا
"جذباتِ آفتاب" ہیں جذبات کا نشان — راحت کا ہے پیام، پیام آفتاب کا
"حُبِّ وطن" کے فیض سے "جذبات" کے طفیل — دُنیا میں سر بلند ہے نام آفتاب کا
حُسنِ بیان و حُسنِ نظر، حُسنِ فکر و فن — حُسنِ ازل کا جام ہے جام آفتاب کا
دم سے ہے اس کے نور فشاں شمسِ شاعری — یارب! ہو نور نورِ دوام آفتاب کا
گھر کر چکا ہے یوں تو ہر اک دل میں آج کل
شاہد بھی مداح خواں ہے مدام آفتاب کا

جناب رانا پرتاپ سنگھ صاحب رانا گنوری ایم اے

حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا — روشن ہو کیوں نہ ملک میں نام آفتاب کا
سب لوگ اُسے بلند نہ مانیں تو کیا کریں — عرشِ بریں پہ جب ہے مقام آفتاب کا
دیکھا ہے بزمِ شعر میں ہم نے تو بارہا — ہونا طلوع ساعتِ شام آفتاب کا
تاریکیاں دلوں کی مٹاتا ہے شعر سے — ظلمات کو مٹانا ہے کام آفتاب کا
کیوں کر نہ اعتراف ہو رانا عوام کو
اُن پر رہا ہے فیض دوام آفتاب کا

جاںنثار پانی پتی ایم اے جنرل سیکرٹری بزمِ ادب شاگرد بسمل دہلی

ہر دل عزیزِ قوم ہے نام آفتاب کا — پڑھتے ہیں خاص و عام کلام آفتاب کا
کیا لطف اس میں ہے کسی میکش سے پوچھئے — حُبِّ وطن کا جام ہے جام آفتاب کا

ساقی کی اور حضرتِ عشرت کی داد سے — عرشِ سخن پہ چمکا ہے نام آفتاب کا
مایوس کشتگانِ شبِ ہجر یوں نہ ہوں — پیغام بر ہے ماہِ تمام آفتاب کا
اہلِ زبان کو آ گیا جاںنثار اب یقیں
روشن کرے گا اور تو نام آفتاب کا

از جناب جولیس نحیف دہلوی

تاروں کی انجمن میں ہے نام آفتاب کا — ہو کیوں نہ سر بلند مقام آفتاب کا
محفل میں اس کے دم سے ہے اک گرمیٔ سخن — چمکا ہوا جہاں میں ہے نام آفتاب کا
میدانِ کارزار میں دیتا ہے ایک جوش — ہندی سپاہیوں کو پیام آفتاب کا
کتنا ہے دلفریب طلوعِ سحر کا رنگ — کتنا حسیں ہے منظرِ شام آفتاب کا
اس عمر میں بھی غازیٔ اُردو ادب ہیں یہ — ہر معرکہ ادب میں ہے رام آفتاب کا
گا گا کے گلستانوں میں مرغانِ خوش نوا — دیتے ہیں وقتِ صبح پیام آفتاب کا
ہر سمت اے نحیف یہی شورِ خلق ہے
سنتے رہیں مدام کلام آفتاب کا

پنڈت رام لال شرما بسمل امرتسری ادیب فاضل دہلی

سالارِ قوم لیتے ہیں نام آفتاب کا — کرتے ہیں پاس اہلِ کرام آفتاب کا
دردِ وطن میں عرصۂ قرطاس پر مدام — اسپِ قلم ہے تیز خرام آفتاب کا
ہر دل میں کیوں نہ شوقِ شہادت ہو موجزن — حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا
زندہ رکھا ہے جذبۂ حُبِّ وطن کا جوش — گن گا رہے ہیں آج عوام آفتاب کا
چمکے گا چرخِ سخن پہ وہ — دامن لیا ہے جس نے بھی تھام آفتاب کا

جنابِ اندرجیت شرما فردوسؔ کرنالوی

روشن جو اہلِ فن پہ ہے نام آفتاب کا
حق یہ ہے بے مثال ہے کلام آفتاب کا

اہلِ زباں، اہلِ قلم نامور ادیب
کرتے ہیں ذکرِ خیر مدام آفتاب کا

حُبِّ وطن کے رنگ میں لکھا ہوا کلام
دیتا ہے ہندیوں کو پیام آفتاب کا

ہر بانیٔ کے جو "راج کوی" چُن لئے گئے
تابندہ اور بھی ہوا نام آفتاب کا

حُبِّ وطن سے رنگ دو اپنے کلام کو
فردوسؔ کے لئے ہے پیام آفتاب کا

جنابِ اخترؔ بھنگالوی صاحب

ہر لب پہ ہر زباں پہ ہے نام آفتاب کا
حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا

موجود کیوں نہ ہو دلِ عالم میں احترام
ہر سُو ہے آج شہرۂ عام آفتاب کا

حسن و جمالِ صبح منوّر ہے دیدہ زیب
ہے دلنواز منظرِ شام آفتاب کا

ہاں ہاں نشانِ منزلِ مقصود دیکھ کر
کچھ اور تیز ہو گیا گام آفتاب کا

ہیں اہلِ ذوق بے خود و مدہوش سر بسر
کتنا سرور بخش ہے جام آفتاب کا

اہلِ کلام، اہلِ زباں، اہلِ فن تمام
لیتے ہیں احترام سے نام آفتاب کا

اخترؔ بھی ہے نگاہِ کرم کا اُمیدوار
ذرّہ نوازی اصل ہے کام آفتاب کا

جنابِ ودّیا رتن ساگرؔ شکور بستی

اونچا ہے عرش سے بھی مقام آفتاب کا
جھک کر ادب سے لیتا ہوں نام آفتاب کا

پنہاں ہیں شعر شعر میں نازک خیالیاں
کوئی خیال بھی نہیں خام آفتاب کا

تجھ سے وطن کی شان ہے شانِ وطن ہے تو
ہے دیش کے جواں کو پیام آفتاب کا

ساگرؔ فلک پہ اب بھی ہے جو جگمگا رہا!
وہ اِسم بامسمےٰ ہے نام آفتاب کا

جنابِ برقؔ سہارنپوری

جذباتِ آفتاب ہیں حُبِّ وطن سے پُر
عشقِ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا

ممکن کہاں کہ گردشِ دوراں مٹا سکے
جو بن چکا ہے نقشِ دوام آفتاب کا

شعر و سخن میں حضرتِ جانبازؔ کے طفیل
لطف و کرم ہے مجھ پہ بھی عام آفتاب کا

جی بھر کے پی لے برقؔ تو حُبِّ وطن کی مے
آیا ہوا ہے دور میں جام آفتاب کا

جنابِ راحلؔ دہلوی

روشن ہے آسمان پہ نام آفتاب کا
ہر ذرۂ زمیں ہے غلام آفتاب کا

آئی ہے پاؤں چومنے منزل اُسی طرف
اُٹھا ہے جس طرف کو بھی گام آفتاب کا

بزمِ فلک میں جیسے چمکتا ہے نامِ مہر
روشن ادب میں آج ہے نام آفتاب کا

جب تک فلک پہ چاند ستارے ہیں نور ریز
بزمِ سخن میں چمکے گا نام آفتاب کا

"جذباتِ آفتاب" کہ "حُبِّ وطن" کتاب
ہر اک ہے شاہکارِ دوام آفتاب کا

راحل جہاں میں اہلِ ادب کی نگاہ میں
ہے عرش سے بلند مقام آفتاب کا

مسٹر اے۔ جے ساہومن دیدار بی۔اے (پالم)

روشن ہے مثلِ مہر کلام آفتاب کا
چمکا ہے عرش و فرش پہ نام آفتاب کا

بے شک وہ کرنے لگتا ہے اپنے وطن سے پیار
سنتا ہے غور سے جو کلام آفتاب کا

دیدار میکدوں پہ حکومت اسی کی ہے
چلتا ہے بادہ خانوں میں نام آفتاب کا

از جناب ہری چند مختار دہلوی

شعر و سخن میں ہے یہ نظام آفتاب کا
سب خوبیوں سے پُر ہے کلام آفتاب کا

انگڑائی دل میں لینے لگا ہے وطن کا پیار
یہ کس نے مجھ کو دے دیا جام آفتاب کا

مختار جگمگاتا ہے یہ عرش و فرش کو
مستِ خرام رہتا ہے گام آفتاب کا

از ملک تاراچند باغی دہلوی بی۔اے ادیبِ فاضل

روشن نہ کیوں وطن میں ہو نام آفتاب کا
"حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا"

دن ہو کہ رات اس کو چمکنا ضرور ہے
ہے شرق و غرب میں یہی کام آفتاب کا

جب تک جہاں میں حُبِّ وطن کی رہیگی قدر
قائم رہے گا دہر میں نام آفتاب کا

اس کی تجلیوں سے ہے رخشندہ کائنات
باغی جہاں میں فیض ہے عام آفتاب کا

سردار امر سنگھ سیٹھی نشاط لائل پوری

حُبِّ وطن کی مے سے وہ سرشار ہو گیا
اک بار جس نے پی لیا جام آفتاب کا

شہرت کے آسمان پہ چمکے نہ کیوں مدام
شہرت کا آسماں ہے مقام آفتاب کا

پیتے ہیں بادہ کش، تو شراب آفتاب کی
لیتے ہیں رند جام تو جام آفتاب کا

غنچے وطن کے باغ کے سب کھل اُٹھے نشاط
موجِ صبا جو لائی پیام آفتاب کا

جسونت رائے مجبور دہلوی

گردش میں جب سے آیا ہے جام آفتاب کا
ہر جرعہ کش ہوا ہے غلام آفتاب کا

خاصانِ ملک و قوم بجا لاتے ہیں ادب
کرتے ہیں احترام عوام آفتاب کا

پروانہ بن کے شمعِ وطن پر نثار ہو
یہ درس دے رہا ہے کلام آفتاب کا

سادہ مزاج سادہ روش کے ہیں آدمی
سادہ ہے آب و نان و طعام آفتاب کا

مجبور، جانے کس طرح وہ خوبیٔ وطن
جس نے پڑھا نہیں ہے کلام آفتاب کا

جناب مظہر ایم۔اے

تعبیرِ خوابِ حالی و بانگِ سلیم ہے
حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا

از ساحر سخن بخشی رام لبھایا ساحر امرتسری ٹریڈ مارک اٹارنی امرتسر

سرسبز ہے جو چُستہ کلام آفتاب کا
چمکا ہوا وطن میں ہے نام آفتاب کا

زیبا ہے آفتابِ سخن کا لقب انہیں
روشن ادب میں آج ہے نام آفتاب کا

ایسا محبِّ قوم و وطن پاؤ گے کہاں
لازم ہے احترام تمام آفتاب کا

تخریب سے عناد ہے تعمیر سے ہے اُنس
تنظیم ملک و قوم ہے کام آفتاب کا

ساحر رہے یہ جادۂ مقصد پہ گامزن
رُکنے نہ پائے اسپِ خرام آفتاب کا

جنابِ وکل زیبائی صدر بزم جگر ڈیرہ دون

روشن نہ کیوں جہاں میں ہو نام آفتاب کا
لائی ہے نور آج کی شام آفتاب کا

گلزارِ ملک و قوم کو سینچا جو خون سے
گلشن میں آج ذکر ہے عام آفتاب کا

کہتے ہیں ہم کہ وقت کی دنیا غلام ہے
اب وقت خود ہوا ہے غلام آفتاب کا

بدلا نظام عالم شعر و سخن وکل
بدلا مگر نہ حسن نظام آفتاب کا

جناب موجی فیروزپوری

گو ہے سعید ماہ تمام آفتاب کا
لیکن ہے آفتاب کا کام آفتاب کا

اٹھو برائے زندگی ساماں بہم کریں
مردہ دلوں کو ہے یہ پیام آفتاب کا

لالہ انوپ چند نے ہر اک لحاظ سے
چمکا دیا ہے اور بھی نام آفتاب کا

جب تک رہے گی چاند ستاروں میں روشنی
باقی رہے گا دہر میں نام آفتاب کا

موجی وطن کے واسطے جاں تک کرو نثار
اک اذنِ عام ہے یہ پیام آفتاب کا

جی، ایس دتا ضیا صدر بزم ادب شکور بستی، دہلی

پیغام جوش بھی ہے تو تلقین ہوش بھی
حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا

تا روزِ حشر مانگتے ہیں اپنے وطن کی خیر
اہلِ وطن کو ہے یہ پیام آفتاب کا

کرتے ہیں سرفراز ہمیں بھی نیاز سے
جانباز کے ہو جب بھی قیام آفتاب کا

حُبِّ وطن کے ہم بھی ضیا بادہ نوش ہیں
ملتا ہے اپنے جام سے جام آفتاب کا

جناب برہش محرم شکور بستی

اہلِ وطن کے لب پہ ہے نام آفتاب کا
اونچا ہے عرش سے بھی مقام آفتاب کا

پیغامِ زندگی ہے پیام آفتاب کا
حُبِّ وطن سے پُر ہے کلام آفتاب کا

جناب امرناتھ سرشار ہوشیارپوری

چندے ہے آفتاب تو چندے ہے ماہتاب
یعنی انوپ چند ہے نام آفتاب کا

دیکھو بشر بشر کو بشر کی نگاہ سے
ہے بہر خاص و عام پیام آفتاب کا

جب تک فلک پہ چاند ستارے ہیں جلوہ گر
جب تک ہے آسماں پہ قیام آفتاب کا

زندہ رہے گی زندہ دلی آفتاب کی
روشن رہے گا دہر میں نام آفتاب کا

ملک کے قومی شاعر

آفتاب پانی پتی

(از قلم حقیقت رقم علامہ منور لکھنوی)

پانی پت کی تاریخی سرزمین سے تلوار کے دھنی تو ہمیشہ ہی سے پیدا ہوتے رہے ہیں، لیکن قلم کے دھنی پیدا کرنے میں بھی یہ زرخیز خطہ ملک کے کسی اور حصے سے کبھی پیچھے نہیں رہا ہے۔ پانی پت کی پچھلی ادبی تاریخ کے اوراق اگر اطمینان اور فرصت سے پلٹے جائیں۔ تو نہ جانے کتنے اہلِ قلم پردۂ عدم میں پنہاں نظر آئیں گے، لیکن انیسویں صدی کے وسط اور آخر میں پانی پت کے خونیں میدان سے ایسے ایسے اہلِ قلم گزرے ہیں، جن کا رتبہ کسی طرح اہلِ سیف سے کم نہیں، مولانا الطاف حسین حالی کا نام سرِ فہرست ہے، اس کے بعد مولانا وحید الدین سلیم ایسا باکمال بھی اسی خاک سے پیدا ہوا۔ بعد ازاں جن جیالوں کا نام ذہن میں آتا ہے، وہ ہیں مرحوم شگن چندر روشن اور میرے مخلص دوست انوپ چند صاحب آفتاب، روشن صاحب تو آج سے کئی سال پہلے وہیں پہنچ گئے، جہاں ان سے پیشتر حالی اور سلیم جا چکے تھے، یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ انوپ چند صاحب آفتاب ابھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اپنے تخلص کی رعایت سے بھی انوپ چند صاحب آفتاب ہیں، اور پانی پت کے آسمان پر ابھی یہ ایک ستارہ خوش قسمتی سے آفتاب بن کر ضیا پاشی کر رہا ہے اور اس کی تابانیاں اُردو ادب کے نگار خانے میں جگمگا رہی ہیں۔

وہ پانی پت ہی کو نہیں تمام ہندوستان کو اور خصوصاً اُردو شعر و ادب کی دُنیا کو اس امر سے بے حد مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ ہریانہ کی نوزائیدہ حکومت نے حضرت

آفتاب کو اپنا قومی شاعر قرار دے کر صرف آفتاب صاحب ہی کی قدر افزائی نہیں کی ہے بلکہ یہ فرض صحیح انجام دے کر اُس نے خود اپنا نام بھی روشن کیا ہے۔

انوپ چند صاحب آفتاب کے دل میں حُبِّ وطن کے شرارے زمانۂ طفلی ہی سے فطرتاً جگمگا رہے تھے، عہدِ شباب میں یہ چنگاری اور بھی دہکی، بھڑکی اور شعلہ بن گئی، انہوں نے حُبِّ وطن کے جذبات کی ترجمانی شروع سے کی ہے، اور اب جبکہ آفتاب صاحب اپنی عمر کی ستّر سے کچھ زیادہ منزلیں گزار چکے ہیں، قومی میدان کا یہ جیالا سورما اور بھی زیادہ شدت و انہماک کے ساتھ سرگرمِ عمل ہے، جلوۂ آفتاب، حُبِّ وطن، آفتابِ وطن اور جذبات کی دُنیا ان کی بیش بہا تخلیقات ہیں۔ جن کے ایک ایک شعر سے وطن کا درد ٹپکتا ہے، دورِ غلامی میں بھی ملک کی زبوں حالی پر خون کے آنسو روئے ہیں اور آزادی حاصل ہونے کے بعد بھی ہر موقع پر وہ اپنی تاثر انگیز شاعری کے ذریعے حبِ وطن کا درس دیتے رہے ہیں۔ ان کا ایک ایک شعر تحفظ آزادی کا پیغام ہوتا ہے، دورِ موجودہ کی بدحالی سے ان کے دل پر کتنی چوٹ لگتی ہے اور وہ ملک کے خودغرض رہنماؤں کے ہاتھوں سے کس قدر نالاں ہیں۔ اس کا ثبوت ان کے تازہ ترین کلام سے ملتا ہے، جب سے چین اور پھر پاکستان نے ہمارے امن اور آزادی کے خرمن پر بجلیاں برسائیں اس وقت بھی آفتاب صاحب نے ولولہ خیز نظموں سے وطن کے نوجوانوں کو اُبھارا اور میدانِ کارزار کا جیالا سپاہی بنا دیا۔

آفتاب صاحب کی شاعری فنی محاسن کا بھی نمونہ ہے اور جذبات نگاری کا بھی۔ اُنہوں نے سوامی دیانند، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو اور لال بہادر شاستری کے گُن بھی گائے ہیں۔ اور صرف ہندوؤں کو ہی نہیں تمام باشندگانِ ہند کو عالمِ خواب سے بیدار کرنے میں اُن کی شاعری نے صورِ اسرافیل سے کام لیا ہے، حالی، آزاد اور اقبال اگرچہ قومی شاعروں کے اولین معماروں میں ہیں، لیکن ان بزرگوں کے مخاطب بیشتر مسلمان

تھے، میرے چچا منشی رام سہائے تمنا، میرے والد منشی دوارکا پرشاد افق، منشی بنواری لال
شعلہ، پنڈت برج نارائن چکبست، منشی درگا سہائے سرور، پروفیسر تلوک چند محروم، میرے
رہنما منشی نوبت رائے نظر اور لالہ لال چند فلک پیر۔ نہ جانے کتنے ہی دوسرے بلند پایہ
شاعروں نے اپنی قومی شاعری کے ذریعہ تمام ہندوستان کو اپنا مخاطب بنایا ہے، ان
بزرگوں کی شاعری کسی خاص فرقے کے لئے محدود نہ تھی، ہندوستان میں ہندو، مسلمان، عیسائی،
سکھ نہ جانے کتنے ہی فرقے آباد ہیں۔ ان کی ہستی ہندوستانیت کے دائرے سے خارج
نہیں۔ اسی لئے ان شاعرانِ باکمال کا ایک ایک لفظ تمام ہندوستانی قوم کے نام ایک
پیغام ہے، اور انہیں بزرگوں کی تقلید میں ہمارے آج کے معزز اور خصوصی مہمان انوپ چند
صاحب آفتاب نے بھی مذہب اور فرقہ داری کے تیور سے بلند ہو کر ایک سچے محبِ وطن
شاعر کی حیثیت سے تمام ملک کو بیداری کا پیغام دیا ہے۔ فرض شناسی کا احساس کرایا
ہے۔ اس کے دل میں اپنا کلیجا انڈیل دیا ہے اور اس کی رگوں میں اپنے خون کی حرارت بھر
دی ہے۔

آفتاب صاحب کی شاعری سادہ، سچی اور بے تکلف ہے، اس میں بناوٹ نہیں،
آفتاب صاحب کی صحیح لائن تو قومی شاعری ہے، لیکن انہوں نے اس رنگ سے ہٹ کر بھی
شعر کہے ہیں، میری مراد یہ ہے کہ انہوں نے غزلیں بھی کہی ہیں، لیکن ان کا حقیقی رنگ
غزل کے پردے میں بھی جھلک پڑتا ہے، دراصل وہ ایک مخلص اور بے لوث قومی
شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنا تمام سرمایۂ شعری ملک اور وطن کے نذر کر دیا ہے۔

آفتاب صاحب بہت لکھتے ہیں۔ پنجاب اور دہلی کا کوئی رسالہ اور اخبار ایسا نہ
ہوگا، جس میں ان کے افکار و جذبات ناظرین کے لئے ضیافت طبع کا سامان مہیا نہ
کرتے ہوں۔ اس لئے پنجاب اور دہلی میں ان کا نام خاص طور سے مشہور رہا ہے، اگرچہ ہندوستان
کے دوسرے علاقے بھی ان کے فیوض و برکات سے محروم نہیں رہے ہیں۔

آفتاب صاحب جہاں انتہا وادی، بے حد شریف، ملنسار اور بردبار انسان ہیں،
وہاں آپ اُن لوگوں سے مجادلہ و ...... کرنے کی بھی بے پناہ ہمت رکھتے ہیں، جو آپکی
ذاتی خودداری یا قومی اور مذہبی خودداری کو دانستہ یا نادانستہ طور چوٹ پہنچاتے رہے
ہیں۔ دنیا میں انسان خواہ کتنا ہی نیک ہو شیطانی خصلت کے انسانوں کو اس سے بھی بغض
ہو جاتا ہے، آفتاب صاحب کی زندگی میں کئی موقع ایسے آئے جب بعض تنگ دل،
خود بیں اور گمراہ قسم کے انسانوں نے آپ کے جذباتِ خودداری کو للکارا ہے آفتاب
صاحب نے ہمیشہ ان ابلیس نما انسانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور انہیں ان معرکہ
آرائیوں میں اخلاقی طور پر بھی فتح حاصل ہوئی ہے، وہ بے جا طور پر نہ کسی سے دبتے
ہیں نہ دب سکتے ہیں۔ محبت سے ان کو دشمن رام کر سکتا ہے، اپنے روپیہ پیسے، اقتدار و
سطوت اور اپنے علم و فن کے زور سے آفتاب صاحب کو کوئی مرعوب نہیں کر سکتا۔
مجھے ان کی یہ ادا بہت پسند ہے اور ذاتی طور پر میں ان کے اس وصف کی بہت داد
دیتا ہوں، کہ وہ اپنے مخلص دوستوں کی صلاح اور مشورہ قبول کر لیتے ہیں۔ تین چار
سال کی بات ہے۔ اپنے ہی ایک عزیز اور ان کے کچھ حمایتیوں نے غیر ضروری طور پر آفتاب
صاحب کو ہدفِ ملامت بنانا چاہا، بحث و مباحثہ کا سلسلہ بہت دنوں چلتا رہا، لیکن
آفتاب صاحب نے اس سلسلہ میں میرا مشورہ تسلیم کر لیا کہ انہیں اپنے مخالفوں کو نظر انداز
کر دینا چاہیئے، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد یہ ناگوار قضیہ خود بخود ختم ہو گیا۔ اس موقعہ پر بھی
آفتاب صاحب نے مخالفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی، خود
آفتاب صاحب کے بیان کے مطابق آج سے تیس چالیس سال پیشتر بھی ایک نیم مذہبی
اور نیم ادبی مجادلے میں پالا آفتاب صاحب کے ہاتھ رہا۔
آفتاب صاحب کی ان اخلاقی فتوحات کا راز صرف ایک نکتے میں مضمر ہے اور
وہ نکتہ یہ ہے کہ آپ ایک خوددار، حوصلہ مند، مخلص اور منکسر المزاج انسان ہیں، ان کی

ذات اور اُن کے دھرم میں ذرا بھی غیر مطابقت نہیں، جو کچھ محسوس کرتے ہیں، وہی لکھتے ہیں۔ اب یہ کہ وہ کیسا لکھتے ہیں۔ اس کی کسوٹی یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اس کا اثر مخاطب طبائع کرتی ہیں یا نہیں، فن کی اہمیت اپنی جگہ ہے، لیکن فن کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ فن تاثر سے خالی نہ ہو۔ ممکن ہے کہ آفتاب صاحب کی شاعری میں فنی مرصع کاریاں نہ ہوں نہ یا بالفاظِ دیگر تصنع اور بناوٹ نہ ہو، لیکن ان کی شاعری کی جو روح ہے وہ تو کشش انگیز ہے، بس یہی اُن کے کلام کی خوبی ہے ۔

حکومت ہریانہ نے آفتاب صاحب کو اپنا قومی شاعر قرار دیا ہے، میں اس کے انتخاب کی داد دیتا ہوں، ہونے کو ہریانہ میں اور بھی بہت اچھے شاعر اور انشاء پرداز ہیں۔ لیکن ملک اور قوم سے جو لگن آفتاب صاحب کو ہے وہ بہت کم دوسرے حضرات میں پائی جائے گی۔ اس لئے ان کا انتخاب مناسب اور موزوں ہے۔ اور میں اس تقریب پر ان کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں ۔

بشیشور پرشاد منوّر
۲۸ / ۴ / ۱۹۶۷

آفتاب صاحب کا کچھ کلام

ہندوستانی جانباز

بھگت سنگھ کا جیت رائے سے شیروں کے جنم داتا
ہوئے ہیں خاک سے تیری ہزاروں سورما پیدا

وطن کی راہ میں لاکھوں نے اپنی جاں فنا کر دی
زمانہ مانتا ہے آج تک جن کی جواں مردی

سروں پر لاٹھیاں کھا کر ہزاروں ہو گئے بسمل
ہزاروں نے وطن پر کر دیئے قربان لختِ دل

ہزاروں باندھ کر سر پر کفن میدان میں آئے
ہزاروں قوم پر مر کر شہید قوم کہلائے

ہزاروں نے لہو سے اپنے سینچا باغِ آزادی
ہزاروں نے گرا دی خانداں کی اپنے بربادی

ہزاروں مر گئے اہلِ ستم کی گولیاں کھا کر
ہزاروں ہنستے ہنستے چڑھ گئے پھانسی کے تختے پر

ابھی تک جلیانوالے باغ کی ہے داستاں لب پر
دکھایا تھا جہاں شیروں نے راہِ عشق میں مر کر

وہ ظالم اوڈوائر اور ڈائر نے ستم ڈھایا
ہزاروں بے گناہوں کا لہو بہتا نظر آیا

بہت پُر درد اور پُر سوز ہے یہ داستانِ غم
جسے سُن کر لہو کے اشک برساتا ہے اک عالم

مناظر انتہائی ظلم کے جب یاد آتے ہیں
بشر کا ذکر کیا پتھر بھی اکثر کانپ جاتے ہیں

نہ کیوں ہندی جواں کے نام کا ڈنکا بجے ہر سُو
چمکتا ہے جہاں میں آفتابِ قوم بن کر تو

حسنِ تغزل

ابھی دیکھے نہیں تم نے قضا سے کھیلنے والے
فنا ہو کر محبت میں فنا سے کھیلنے والے

شہیدانِ وفا کے کھیل کو تُو کھیل سمجھا ہے
دلِ جانباز کے نقشِ وفا سے کھیلنے والے

حسینانِ جہاں کو دیکھ لو تم اپنی آنکھوں سے
اگر دیکھے نہ ہوں انسان خدا سے کھیلنے والے

دلِ مظلوم کی بربادیوں میں برق پنہاں ہے
کسی ٹوٹے ہوئے دل کی صدا سے کھیلنے والے

کبھی دیکھا ہے تُو نے کھیل میرے دل کے داغوں کا
چمن میں گُل رخوں کے نقشِ پا سے کھیلنے والے

تقاضا وقت کا ہے کھیل شمشیر دل سے تیز دل سے
حیا سے شرم سے ناز و ادا سے کھیلنے والے

کبھی سوچا ہے ڈس جائیگا جوڑا ناگ ناگن کا
ہموں عشق میں زلفِ دوتا سے کھیلنے والے

خدا کو بھی کھلونا تُو سمجھ بیٹھا ہے اے زاہد!
حرم میں دیر میں نامِ خدا سے کھیلنے والے

فساد و شر کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں کیا ناداں
ہوا کا رُخ سمجھتے ہیں ہوا سے کھیلنے والے

بلائیں سر پہ لے لیتے ہیں دنیا بھر کی ہنس ہنس کر
بلا کے لوگ ہوتے ہیں بلا سے کھیلنے والے

وہ دب سکتے نہیں اے آفتاب اعدا کے حملوں سے
کہ جو ہیں گردشِ ارض و سما سے کھیلنے والے

شاعرِ بے مثال فخرِ وطن علامہ منوّر لکھنوی

ہے کس قدر بلند مقامِ آفتاب کا
ماہِ مبیں بھی اک ہے غلامِ آفتاب کا

کیوں آپ ڈھونڈتے ہیں سرِ آسماں اسے
روشن دلوں کا گھر ہے مقامِ آفتاب کا

ہر پھول سے چمن میں کوئی جا کے پوچھ لے
بارانِ رنگ و نور ہے کامِ آفتاب کا

رندانِ تشنہ لب کو ہو آسودگی بہم
گردش میں تا ابد ہے جامِ آفتاب کا

ایک ایک لفظ درد و اثر کی ہے داستاں
حُبِّ وطن سے پُر ہے کلامِ آفتاب کا

ہیں خود اسیر اس میں جو روشن ضمیر ہیں
اک رشتۂ جمیل ہے دامِ آفتاب کا

جس نکتۂ نظر سے بھی آپ اسکو دیکھئے
ہر سمت سے بلند ہے بامِ آفتاب کا

اَب لقا یہ دے گا انہیں عمر جاوداں
وابستۂ سخن ہے دوامِ آفتاب کا

بانی ہیں ان کی ذات پہ کرتا ہے فخر و ناز
بھرتے ہیں دم خواص و عوام آفتاب کا

ہر بانہ راج نے انہیں دی خاص منزلت
چمکا ہے اس سے اور بھی نامِ آفتاب کا

جب تک بہم رہے مجھے پیرایۂ وجود
مجھ پر ہو لطفِ خاص مدام آفتاب کا

بامِ افق سے میں بھی منوّر ہوں نعرہ زن
پھیلا ہوا ہے نور تمام آفتاب کا

شاعرِ خوش کلام پروفیسر بخشی اختر امرتسری

لے کے آج جشن میں نام آفتاب کا
زاہد بھی پینے آیا ہے جامِ آفتاب کا

اختر یہ اُس کے زہد سے تاریخِ جشن ہے
رنگین ہے ازل سے نظامِ آفتاب کا

۱۹۵۰ = ۱۹۶۷ عیسوی

۱۷

علامہ منور لکھنوی کے بہترین جذبات

لفظوں کا اہتمام کلام آفتاب کا
معنی کا اژدہام کلام آفتاب کا

حاصل نہ کیوں ہو منزلتِ جاوداں اسے
ہے ضامنِ دوام کلام آفتاب کا

نقص نظر نہ ہو تو کہیں گے ضرور لوگ
ہے اک مہِ تمام کلام آفتاب کا

حبِ وطن کی مے سے لبالب بھرا ہوا
ہے اک حسین جام کلام آفتاب کا

آنکھوں سے سر سے اسکو لگاتے ہیں سب کہ ہے
مقبولِ خاص و عام کلام آفتاب کا

رفعت ہے جس کی عکس طرازِ عروجِ فکر
ہے وہ بلند بام کلام آفتاب کا

بندش حسین، طرزِ تخیل حسین تر،
ہے کتنا خوش نظام کلام آفتاب کا

ہے بدنصیب خود نہیں جس کی نگاہ میں
حقدارِ احترام کلام آفتاب کا

ہاں ہاں حدودِ وقت کی پابندیوں سے دور
زندہ رہے ہے مدام کلام آفتاب کا

آواز ان کے دل کی ہے کیونکر نہ پھر رہے
وردِ لبِ انام کلام آفتاب کا

سورج کبھی کے پھول کی نکہت کے روپ میں
ہے داخلِ مشام کلام آفتاب کا

کھلتا ہے وقتِ صبح، ابھرتا ہے وقتِ شام
اک گل ہے لالہ فام کلام آفتاب کا

ہم گرمیِ نیاز کا اظہار کیجئے
ہے در خورِ سلام کلام آفتاب کا

یوں تو ہیں اپنے ملک میں لاکھوں ادیب چند
روشن کیے ہے نام کلام آفتاب کا

فرشِ زمیں سے نعرۂ تحسیں بلند ہے
ہے آسماں مقام کلام آفتاب کا

جشنِ آفتاب کے سلسلہ میں

راؤ بیریندر سنگھ وزیرِ اعلےٰ ہریانہ کا پیغام

یہ امر موجبِ مسرت ہے کہ بزمِ ادب شکور بستی کے زیرِ اہتمام "جشنِ آفتاب" منعقد کیا جا رہا ہے۔ شعرا حضرات کی قدر افزائی ایک اہم قومی فریضہ ہے۔ ہریانہ کے راجیہ کوی جناب انوپ چند متخلص بہ آفتاب اردو کے نامور شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی تخالیق کے ذریعہ سے ادب، ملک اور قوم کی قابلِ قدر خدمت کی ہے۔ اُن کی متنوع خدمات کا اعتراف کرنے کے سلسلہ میں "جشنِ آفتاب" کا انعقاد اور ابھینندن گرنتھ کی پیش کش فی الواقع ایک مستحسن اقدام ہے،

میں اس جشن کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات بھیجتا ہوں۔   دستخط

قبلہ منور لکھنوی کا اظہارِ مسرت

محترم جناب آفتاب صاحب زاد لطفہ تحیے بند

حکومتِ ہریانہ نے آپ کو قومی شاعر کا اعزاز دیکر ایک اہم فرض شناسی کا ثبوت دیا ہے۔
آپ کو یہ اعزاز ہر طرح مبارک ہو۔   آپکا بشیشور پرشاد منور لکھنوی ۲۹ مارچ ۱۹۶۷ء

حضرت مفتوں کوٹوی کا ارشاد

آفتاب صاحب کو ہریانہ گورنمنٹ نے یہ اعزاز دیکر اربابِ ادب کو شکر گزار ہونے کا موقع دیا ہے، اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ ہند کو یہ اعزاز آفتاب صاحب کی خدمت میں بہت پہلے پیش کر دینا چاہیے تھا...... آفتاب ایسے لوگ ہمارے ادب کے لئے باعثِ صد ہزار فخر ہیں۔ خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔   ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء

جنابِ مفتوں شکوہ آبادی کے جذبات

مجھے خوشی ہوئی کہ لالہ انوپ چند صاحب آفتاب کو ہریانہ سرکار نے راج کوی کے خطاب سے معزز کیا ہے، جس کے وہ ہر طرح لائق ہیں۔ میں آفتاب صاحب، اُن کے دوستوں و عزیزوں کو [illegible]